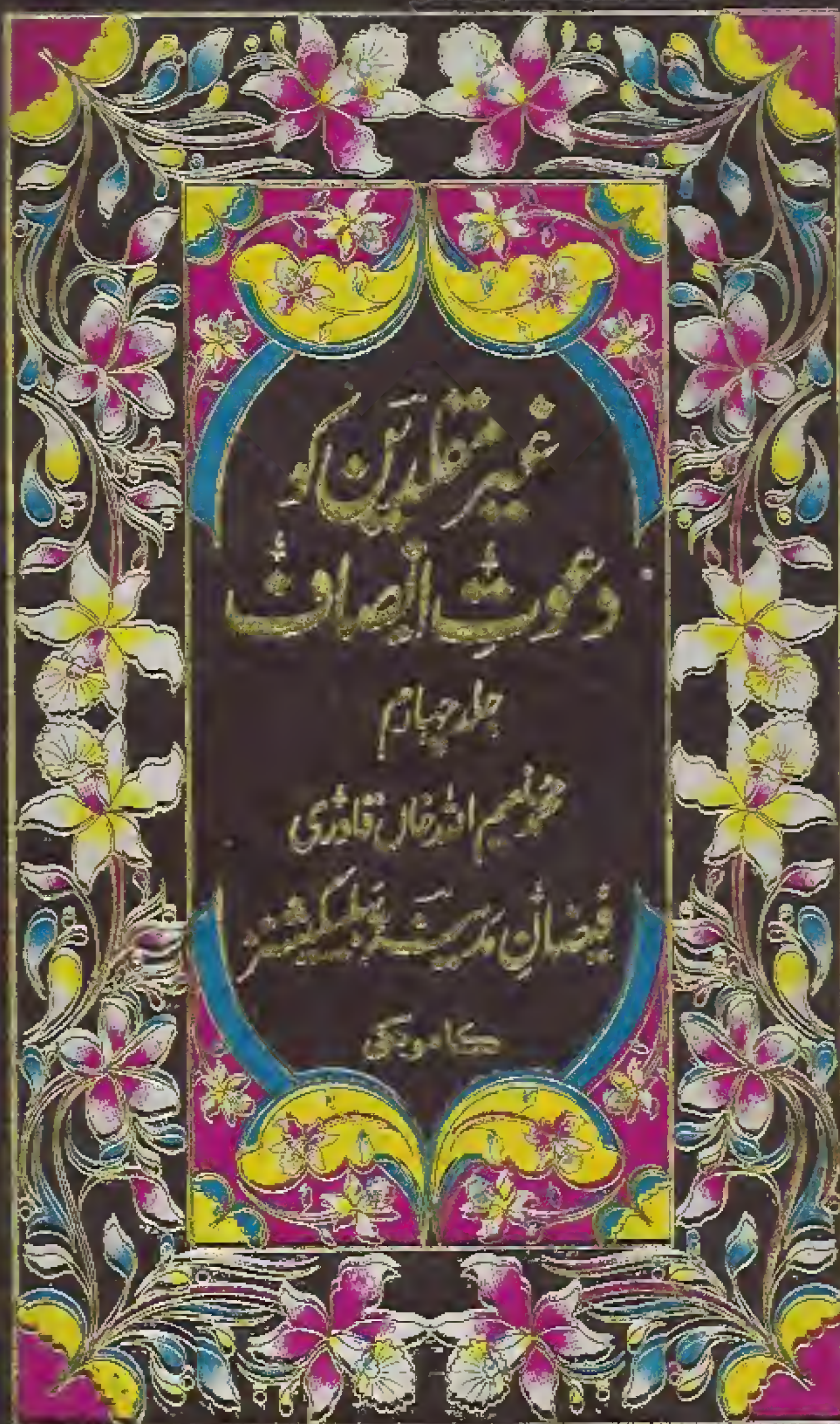

غیر مقلدین کو
دعوتِ انصاف
جلد چہارم
محمد علیم اللہ خاں قادری
فیضانِ مدینہ پبلیکیشنز
کاموکی

سے باتفاق نماز مکروہ ہوتی ہے اور بعض اماموں کے نزدیک ہوتی ہی نہیں، فرمایئے ان لوگوں کے پیچھے باتفاق جمہور اہلسنت والجماعۃ نماز کیونکر جائز ہو سکتی ہے جن کے نزدیک باتفاق ان کے علماء معتبر کے ان کی سمجھ کے موافق بموجب حدیث کے وہ پانی بھی پاک ہے جو باتفاق ائمہ اربعہ ناپاک ہو جاتا ہے۔ اور یہ تو میں نے ایک مثال بیان کی ہے اگر ان کے تمام عقائد اور مسائل کو دیکھنا ہے تو جامع الشواہد اور فتح المبین اور کشف الحجاب وغیرہ معتبر کتابوں کو دیکھو۔

محمدی: مولانا فتح المبین کو جب آپ معتبر فرماتے ہیں۔ صاحب فتح المبین تو جواب کید یکصد و چہارم میں تحریر فرماتے ہیں۔ "بعض صاحب اس میں یہ احتیاط کرتے ہیں کہ اگر امام مالکی یا شافعی نے نجس پانی سے جو مقدار قلتین ہو یا قلتین سے کم ہو وضو کیا ہو تو حنفیہ کے نزدیک ایسی صورتوں میں نماز فاسد ہو جاتی ہے مگر یہ محض وہم اور تعصب ہے۔

مقلد: یہ کسی دیوبندی نے تو جن کی عادت اکثر جھوٹے حوالے دینے کی ہوتی ہے یہ سبق نہیں پڑھایا ہے۔ لو دیکھ لو شکف کید یکصد و چہارم میں تو اس عبارت کا کہیں بھی پتہ نہیں چلتا۔ اور اگر بالفرض کسی دوسری جگہ ایسا صاحب فتح المبین نے لکھ بھی دیا ہو تو کیا کسی کتاب کو باعتبار اکثر مضامین صحیحہ کے اگر معتبر کہہ دیا جائے تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ اس میں مصنف کا اگر کوئی قول شاذ و نادر بلا دلیل مخالف محققین سلف ہو وہ بھی معتبر مان لیا جائے گا سلف کے مخالف اگر انھوں نے ایسا بفرض محال لکھ بھی دیا ہو تو ان کو اور ان کے مویدوں کو مخطی سمجھا جائے گا۔ دیکھو حضرت مخدوم علی مہائمی رحمۃ اللہ علیہ شافعیوں کے پیچھے حنفیوں کی نماز جائز ہونے کی یہ سات شرطیں اور حنفیوں کے پیچھے شافعیوں کی نماز جائز ہونے کی یہ دس شرطیں تحریر فرماتے ہیں جن سے ظاہر ہے کہ بلا لحاظ ان شرطوں کے حنفیوں کی شافعیوں کے پیچھے نماز صحیح نہیں۔ علیٰ ہذا شافعیوں کی حنفیوں کے پیچھے۔ پھر ان غیر مقلدوں کے پیچھے کب جائز ہو سکتی ہے جو مقلدوں کو عموماً کافر اور مشرک لکھتے ہیں اور قصداً اس پانی سے وضو کرتے ہیں جو صراحۃً حنفیوں کے نزدیک ناپاک ہو۔ ہمارے شہر الور میں غیر مقلدوں کی مسجد کے کنوئیں میں بلی گل سڑ گئی محلہ حنفیوں کا تھا حنفیوں نے چاہا کہ اپنے خرچ سے کنواں پاک کر لیں اور اس کا کل پانی نکلوا دیں۔ مگر غیر مقلد پانی نکلوانے سے مانع ہوئے اور اسی ناپاک پانی

سے باوجود متعفن ہو جانے کے وضو و غسل کرتے اور کھاتے پیتے رہے۔ علاوہ بریں اور اس قسم کے بہت واقعات ہیں۔ پھر ان کو شافعیوں اور مالکیوں پر قیاس کر کے ان کے پیچھے نماز کا حکم دینا دیو بندیہ کا ہی کام ہے جو توہین انبیاء میں اور تحریری توہین کرنے اور بوقت گفتگو کے صاف انکار کرنے اور تاویل نامرضی کرنے میں ان کے ہم عقائد ہیں۔ گو بظاہر مقلد ہیں مگر حقیقۃً انہی کے بھائی ہیں۔ حضرت مخدوم علی مہائمی رحمۃ اللہ علیہ تو جو فقیہ شافعی شہرۂ آفاق اور ولی مادرزاد ہیں باوجود شافعی ہونے کے تحریر فرماتے ہیں کہ شافعی امام کے پیچھے نماز احناف کی تب جائز ہوگی جب شافعی اپنے ایمان میں (بوجہ جہالت) شک نہ رکھتا ہو۔ اور یہ نہ کہتا ہو کہ میں مومن ہوں انشاء اللہ کہ جس کو امام اعظم رحمہ اللہ مطلقاً منع فرماتے ہیں۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ تبرکاً جائز رکھتے ہیں نہ کہ بطریق شک کرنے کے ایمان میں۔ دیکھو فقہ مخدومی کے صفحہ ۱۶ میں حضرت مخدوم علی فقیہ مہائمی شافعی تحریر فرماتے ہیں۔

فصل فی رعاية القوم اذا كان الامام شافعياً والقوم حنفيا فلا بدان يراعی سبعة اشياء الاول لا يتوضا بقلتين والثانی لا ينحرف عن القبلة والثالث اذا فصد يتوضا والرابع لا يرفع اليدين فی الصلوة والخامس لا ينجس ثوبه بالمنی ولا يصلی معه حتی يغسله او يفركه والسادس يمسح ربع راسه والسابع ان لا يشک فی ايمانه يعنی لا يقول انا مومن انشاء الله تعالیٰ فصل و اما اذان كان الامام حنفياً والقوم شافعياً. فلا بدان يراعی عشرة اشياء. الاول اذا كان الماء الجاری قليلا لا يتوضاء منها والثانی نية الوضو والثالث الترتيب والرابع عدم الانحراف عن القبلة والخامس يقراء الفاتحة مع التسمية والسادس تعديل الاركان والسابع لا يصلی مع ثوب نجس مقدار درهم والثامن الخروج بلفظ السلام، والتاسع لا يمس ذكره والعاشر لا يمس امرأة محرمة كانت او غير محرمة۔

یعنی شافعی امام کے مقتدی حنفی ہوں تو ان سات امور کا لحاظ رکھے۔ پانی قلتین والے سے وضو نہ کرے۔ قبلہ سے پھرا ہوا نہ ہو۔ خون نکلے تو وضو کرے۔ نماز میں رفع یدین نہ کرے۔ منی سے ناپاک شدہ کپڑے میں نماز نہ پڑھے جب تک اس کو دھو نہ لے یا منی کو کھرچ کر دور نہ کر لے۔ مسح ربع سر کا کرے اپنے ایمان میں شک نہ کرے یعنی یہ نہ کہے کہ میں انشاء اللہ مومن ہوں۔ اور جب امام حنفی ہو اور مقتدی شافعی تو ان دس امور کو ملحوظ رکھے۔ پانی کم جاری ہو تو اس سے وضو نہ کرے۔ وضو کی نیت کر لے۔ ترتیب ملحوظ رکھے۔ قبلہ سے منحرف نہ ہو۔ فاتحہ بمعہ بسم اللہ کے پڑھے۔ تعدیل ارکان کو ملحوظ رکھے۔ بقدر درہم نجاست لگی ہو تو نماز نہ پڑھے۔ السلام علیکم کہہ کر نماز سے فارغ ہو۔ اپنے ذکر کو نہ چھوئے۔ عورت کو نہ چھوئے وہ محرمہ ہو یا غیر محرمہ۔

محمدی تائب: مولانا تقلید شخصی کی نسبت تو مجھ کو اب کوئی شبہ نہیں رہا۔ بلکہ اس ضمن میں اور بہت سے شبہات حل ہو گئے۔ مگر مولوی محمد حسن صاحب ساکن فیروز پور جھرکہ سے جو قصبہ میوات میں ہے میں نے سنا تھا کہ آپ مولود شریف میں قیام بھی کرتے ہیں حالانکہ بڑی جماعت حنفیوں کی اس قیام کو بدعت کہتی ہے اور آپ اور آپ کے دوستوں میں سے کوئی مولوی صاحب عرس بھی کرتے ہیں جس میں لوگ تیجہ کی طرح اکٹھے ہو کر چھوارے وغیرہ کی گٹھلیوں پر کلمہ شریف پڑھتے ہیں اور اب تو سنا جاتا ہے کہ روزمرہ چند احباب کے ساتھ اسی طرح پڑھتے ہیں اور عرس میں بعض لوگ قرآن مجید کے سیپارے پڑھتے ہیں۔ کیوں حضرت

جب ایک شخص قرآن پڑھے بموجب آیہ کریمہ۔ اذا قری القرآن فاستمعوا له وانصتوا حنفیہ کے نزدیک سننا اور چپ رہنا فرض ہو جاتا ہے۔ پھر ایک جگہ اکٹھے ہو کر بیسیوں آدمیوں کا ایک جگہ قرآن پڑھنا کس دلیل سے جائز ہو سکتا ہے۔

مقلد: مولوی صاحب آپ کی اس تحقیق کرنے سے میں بہت خوش ہوا۔ مصنف اسی کو کہتے ہیں جو سامنے سب شکوک طے کر لے مگر مولوی حسن صاحب پر مجھ کو افسوس اس بات کا ہے کہ میرے سامنے جب میں نے سیپارہ خوانی اور گٹھلیوں پر پڑھنے کی احادیث اور روایتیں بعد نماز عشاء موضع بحالہ میں ان کے سامنے وعظ میں بیان کی اور صبح کو مولوی رکن الدین صاحب نے کتاب میں بھی ان کو دکھا دیا کچھ دم نہ مارا اور غائبانہ ایسا فرمایا۔ خیر مجھ کو تو اصل مطلب سے بحث ہے وہ یا اور کوئی غائبانہ کچھ بھی کہو۔ مہربان من! قیام مولود شریف کی نسبت آپ کا یہ فرمانا کہ سواد اعظم کے نزدیک بدعت ہے یہ آپ کی ناواقفی کی دلیل ہے ورنہ! اب تو دیو بندیوں کو بھی اس کے استحسان میں کلام نہیں رہا۔ چنانچہ مولوی خلیل احمد صاحب نے براہین قاطعہ میں جو رسالہ متفق علیہ دیو بند ہے بجواب انوار ساطعہ اتنا زور مارا کہ مولوی عبد السمیع صاحب مغفور مرحوم کو بے علم بھی کہا۔ نادان بھی بنایا امکان کذب خدا کے بھی قائل ہو گئے۔ مگر مجبور پھر آخر کار قیام مجلس میلاد کو تو مستحسن ہی کہنا پڑا دیکھو براہین قاطعہ صفحہ ۲۷۶ سطر ۱۵ کی یہ عبارت ہے۔ ''ہاں اگر نفس قیام کا استحسان ہو بلا تقید اور بلا فساد عقیدہ عوام تو خود مانعین بھی نفس قیام کو منع نہیں کرتے۔'' اور یہ جو بلا تقید اور بلا فساد عقیدہ عوام کی اس عبارت میں قید لگائی ہے یہ ان کا خیال ہے ورنہ حق یہ ہے کہ مثل خدا کی حاضر و ناظر موصوف بصفات قدیمہ کوئی نبی رسول اللہ ﷺ کو نہیں جانتا اور نہ عقیدہ میں کوئی قیام کے فرض اور واجب ہونے کی قید لگاتا ہے منع کرنے کی غرض سے یہ حضرات خود اپنی طرف سے

اہلسنت کی طرف ایسے معاملات منسوب کر دیتے ہیں۔ اور چلو بعض دیو بندی نہ سہی مگر تمام ملک عرب مکہ مدینہ روم شام اکثر ہندوستان بمبئی مدراس رام پور حیدر آباد وغیرہ کے ساتھ اہل دہلی نصف ہی سہی۔ علیٰ ہذا پنجاب وغیرہ میں آدھوں سے زیادہ لوگ تو اس قیام کو مستحسن ہی سمجھنے والے ہیں بلکہ فیصلہ ہفت مسئلہ کو دیکھو خود مولوی رشید احمد صاحب اور تمام اہل دیو بند کے پیر جناب عمدۃ الاصفیاء آیۃ من آیات اللہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ اور ان کے اکثر خلیفہ اس قیام کے قائل ہیں۔ پھر فرمایئے قیام کرنے والے سواد اعظم کے مخالف کس طرح ہوئے اور جب اس کثرت سے مولانا ارشاد حسین صاحب قدس سرہ مولوی رحمۃ اللہ صاحب مغفور مرحوم۔ حاجی صاحب ممدوح قدس سرہ۔ مولوی حمزہ صاحب۔ مولوی کرامت اللہ خان صاحب مد اللہ ظلہما جیسے حنفی پرہیز گار عالم۔ اور تمام عالم مشائخ عرب اور غرب کے اس کے قائل ہیں تو مولوی اسمعیل صاحب کے معتقدین کا تو اس قیام سے انکار کرنا مولوی اسمعیل صاحب جیسے اپنے پیشواؤں کا بھی در پردہ انکار کرنا ہے۔ دیکھو مولوی اسمعیل صاحب تو تذکیر الاخوان بقیہ تقویۃ الایمان کے صفحہ ۱۴۱ سطر ۱۰ میں ایسا لکھتے ہیں'' (پھر اور کوئی مولوی مشائخ جو اپنی عقل کو دخل دے کر کوئی بات نکالے تو اس کا کیا ٹھکانا۔ مگر ہاں اکثر عالم دیندار متقی پرہیز گار اس مسئلے کو قبول کر لیں تو البتہ وہ بھی معتبر ہے)''۔ پھر کیا حضرت تاج الدین سبکی رحمہ اللہ کے زمانے سے ابتک لاکھوں عالم صوفی کامل جو قیام کے قائل چلے آتے ہیں اور اب تو ہزاروں ہی موجود ہیں ان لوگوں کے نزدیک متقی پرہیز گار نہیں ہیں اور زیادہ تحقیق اس مسئلہ کی مد نظر ہے تو ہمارے رسالہ رسول الکلام فی بیان المولد والقیام۔ اور رسالہ تحقیق المسائل کو دیکھو اور اکٹھے ہو کر گٹھلیوں پر دعا درود یا استغفار یا کلمہ طیبہ وغیرہ پڑھنا تو عین سنت ہے دیکھو مشکوٰۃ شریف میں

ہے۔

عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا مررتم برياض الجنة فارتعوا قالوا وما رياض الجنة قال حلق الذكر رواه الترمذی.

یعنی صاحب مشکوۃ ترمذی سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت انس نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم جنت کے باغوں پر گزرو تو ان میں خوب چرو یعنی ان میں خوب سیر ہو کر پھل کھایا کرو۔ صحابہ نے عرض کیا کہ جنت کے باغ کیا ہیں آپ نے فرمایا حلقے ذکر کے یعنی جہاں لوگ اکٹھے ہو کر ذکر خدا کرتے ہوں۔

اور مسلم شریف میں ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج على حلقة من اصحابه فقال ما اجلسكم ههنا قالوا جلسنا نذكر الله و نحمده على ماهدانا للاسلام و من به علينا قال الله ما اجلسكم الا ذالک قالوا الله ما اجلسنا الا ذالک قال اما انی لم استحلفكم تهمة لكم و لكنه اتانی جبرئيل فاخبرنیٔ ان الله عزوجل يباهی بكم الملائكة

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ایک حلقہ پر جہاں وہ حلقہ باندھ کر بیٹھے تھے تشریف لے آئے اور فرمایا کہ یہاں کس غرض سے اکٹھے بیٹھے ہو۔ انھوں نے عرض کیا ذکر خدا اور اس کا شکر کرنے کے لیے نعمت اسلام پر۔ فرمایا آپ نے کہ خدا کی قسم کیا اسی واسطے؟ صحابہ نے عرض کیا خدا کی قسم اسی واسطے۔ آپ نے فرمایا میں نے تم کو قسم جھوٹا سمجھ کر بطریق تہمت نہیں دلائی بلکہ مجھ کو جبرئیل نے آ کر خبر دی کہ اللہ تمہارے ساتھ فرشتوں پر فخر کر رہا ہے یعنی یہ قسم

بمقتضائے خوش ہونے کے تھی تمہارے اس نیک عمل پر

اور شامی میں بیان جائز ہونے تسبیح میں لکھا ہے۔

و دليل الجواز ما رواه ابو داؤد و الترمذی والنسائی و ابن حبان وقال صحيح الانساد عن سعد بن وقاص رضی الله عنه انه دخل مع رسول الله صلى الله عليه وسلم على امرأة و بين يديها نوى او حصا تسبح به فقال الاخبرک بما هو ايسر عليک من هذا او افضل فقال سبحان الله عدد ما خلق فی السماء و سبحان الله عدد ما خلق فی الارض و سبحان الله عدد مابين ذالک و سبحان الله عدد ما هو خالق والحمد لله مثل ذالک والله اكبر مثل ذالک ولا اله الا الله مثل ذالک ولا حول ولا قوة الا الله مثلذالک اينهها عن ذالک وانما ارشدها الی ماهو ايسر و افضل ولو كان مكروها لبين ذالک ولا تزيد السبحة على مضمون هذا الحديث الا بضم النوى فی خيط ومثل ذالک لا يظهر تاثيره فی المنع۔

یعنی تسبیح رکھنے کے جواز کی دلیل یہ حدیث ہے جس کو ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن حبان رضی اللہ عنہم نے نقل کیا اور اس کی سند کو صحیح بتایا ہے۔ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ میں ایک عورت کے یہاں گیا وہ گٹھلیں یا کنکریں آگے رکھ کر ان پر سبحان اللہ سبحان اللہ پڑھ رہی تھی آپ نے اس کو فرمایا کہ اس سے آسان یا افضل بات میں تجھ کو بتا دوں پھر آپ نے بہا کو سبحان اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ مثل ذالک تک جو کلمات ہیں فرما دیے۔ شامی علیہ الرحمۃ اس حدیث کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ اگر کنکریوں یا گٹھلیوں پر پڑھنا مکروہ ہوتا تو ضرور آپ منع فرما دیتے۔ مگر آپ نے

منع نہیں فرمایا بلکہ اس طریق سے آسان بلکہ افضل طریقہ بتا دیا (اس واسطے کہ اس طرح پڑھنے میں ایک بار پڑھنے سے جس قدر مخلوق اللہ نے زمین آسمان میں اور ان دونوں کے درمیان میں پیدا کی ہے اور پیدا کرے گا سب کی گنتی کی مقدار ثواب مل جاتا ہے اور ویسے سبحان اللہ سبحان اللہ عمر بھر اگر کوئی پڑھے اس قدر گنتی پوری نہیں ہو سکتی اب فرمایئے کہ اگر کوئی انہی کلمات کو ہزار پانچ سو بار گٹھلیوں پر یا کنکریوں یا چنوں یا تسبیح کے دانوں پر پڑھے تو کس قدر ثواب ہوگا) پھر تو فرماتے ہیں کہ تسبیح میں تاگہ فقط بغرض جمع رہنے گٹھلیوں وغیرہ کے زائد ہوتا ہے ورنہ وہی گٹھلیاں ہیں جن پر پڑھنے سے حضور نے منع نہیں فرمایا اور ایسی زیادتی سے ممانعت نہیں ثابت ہو سکتی۔ لو حضرت تسبیح کے جواز پر تو شامی علیہ الرحمۃ کو اتنی تقریر مزید بیان کرنی پڑی۔ تیجہ اور عرس اور ختم میں تو فقط گٹھلیوں یا چنوں یا کنکریوں پر جو خاص وہی طریق ہے جس کو حضور نے دیکھا اور جائز رکھا کہ جب دونوں حدیث اول مشکوٰۃ شریف کی کہ جمع ہو کر کلمہ طیبہ یا درود شریف وغیرہ پڑھتے ہیں چنانچہ اسی بنا پر فتاویٰ عالمگیریہ میں لکھا ہے

ولو اجتمعوا فی ذکر اللہ تعالیٰ والتسبیح والتہلیل یخفون والاخفاء افضل

یعنی لوگ ذکر اللہ اور سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ پڑھنے کو اکٹھے ہوں تو آہستہ پڑھنا افضل ہے

اور ہم اور ہمارے بعض احباب بے شک بعد نماز صبح یا عشا اکٹھے ہو کر جب شہر اور میں طاعون آیا تھا بیس روز سے اسی طریق پر نہایت التزام کے ساتھ استغفار اور درود شریف دو دو ہزار مرتبہ یا جس قدر ہو سکا پڑھتے رہے اور پڑھتے ہیں چنانچہ جن محلوں میں اس کا التزام رہا اور ہے بفضلہ تعالیٰ اب تک وہاں طاعون کا

دخل نہیں ہوا۔ کیا آپ نے قرآن میں نہیں پڑھا کہ استغفار پڑھنے سے اللہ وعدہ کرتا ہے کہ ہم مینہ بھی برسا دیں گے۔ بے اولادوں کو اولاد مفلسوں کو مال اور باغ نہریں بھی دیں گے اور منتخب میں مسند امام احمد اور مستدرک حاکم سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس فرماتے تھے کہ استغفار کو ہر رنج و غم کے واسطے موجب کشائش اور ہر تنگی سے رہائی کا سبب بتایا ہے اور استغفار کی برکت سے جہاں گمان بھی نہ ہو وہاں سے اللہ رزق دیتا ہے اور ترمذی میں ہے کہ حضرت ابو موسیٰ آنحضرت سے راوی ہیں کہ آپ فرماتے تھے میری امت کے واسطے اللہ نے دو امن کی آیت نازل فرمائی ہیں۔

ماکان اللہ لیعذبہم و انت فیہم و ماکان اللہ معذبہم وہم یستغفرون۔

یعنی اللہ فرماتا ہے کہ اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ تمہاری موجودگی میں انہیں عذاب دیوے اور نہ اللہ کی یہ شان ہے کہ استغفار پڑھتے ہوؤں کو عذاب دیوے۔ اور درود کی ادنیٰ فضیلت یہ ہے کہ درود پڑھتے ہی فرشتے حضور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درود پہنچا دیتے ہیں اور دلائل الخیرات اور طبرانی کی حدیث مذکورہ سے آپ کو معلوم ہو ہی چکا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درود خوان کی آواز سنتے ہیں۔ اب فرمایئے جو شخص ایسی سنت سے منع کرے وہ آپ کے نزدیک کون ہے۔ اور تیجے میں اکثر چنے جو منگوا لیتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں گننے کی دقت نہیں پڑتی۔ اس واسطے کہ بعض روایات میں وارد ہوا ہے جو کوئی اپنے مردہ کو ساڑھے بارہ ہزار یا سوا لاکھ یا چار لاکھ کلموں کا ثواب بخش دے تو اس مردے سے عذاب اٹھا لیا جاتا ہے۔ اور ساڑھے بارہ سیر چنے ساڑھے بارہ ہزار ہو جاتے ہیں ورنہ چنے پر پڑھنے کو علیٰ ہذا تیسرے ہی دن کو نہ کوئی فرض جانتا ہے نہ

واجب بلکہ بہت جگہ دوسرے ہیدن پڑھ لیتے ہیں اور کہیں گٹھلیوں پر ہی قناعت کر لیتے ہیں۔ رہا اکٹھے ہو کر بہت آدمیوں کا ایک جگہ تلاوت قرآن کرنا اور اس کا ثواب کسی میت کو خواہ وہ عام مومنوں میں سے ہو یا بزرگوں میں سے یہ تمام فقہاء کے نزدیک جائز ہے اور مقلد کو فقہ کی روایت کافی ہے بلکہ کتب فقہ میں تو قبر کے پاس ہی اکٹھے ہو کر قرآن مجید پڑھنے کو جائز ہی نہیں بلکہ مستحب لکھا ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

ویستحب اذا دفن المیت ان یجلسوا ساعة عند القبر بعدا لفراغ بقدر ما ینحر جزورو یقسم لحمها یتلون القرآن و یدعون للمیت کذافی الجوهرة النیرة و قراة القرآن عند القبور عند محمد لا تکره و مشائخنا رحمهم الله اخذ وابقوله وهل ینتفع والمختار انه ینتفع هکذا فی المضمرات۔

یعنی جوہرہ نیرہ میں ہے کہ جب میت کو دفن کر چکیں جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کر دیا جائے مستحب ہے کہ لوگ قبر کے پاس بیٹھے قرآن پڑھا کریں اور میت کے واسطے دعا مانگتے رہیں۔ اور مضمرات میں ہے کہ قبر کے پاس قرآن پڑھنا امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور اسی روایت کو مشائخ نے معمول بہ رکھا ہے اور مختار روایت یہی ہے کہ قبر کے پاس پڑھنے سے میت کو نفع پہنچتا ہے۔ اور فصل الجنائز کبیری میں ہے۔

واختلف فی اجلاس القاریین لیقروا عند القبر والمختار عدم الکراهة

یعنی قبر کے پاس قرآن پڑھنے کے واسطے قرآن خوانوں کے بٹھانے میں فقہا کا اختلاف ہے مگر مختار روایت یہی ہے کہ مکروہ نہیں اور یہ اختلاف بھی پڑھنے

والے کی نیت کے اعتبار سے معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے

وان قرء القرآن عند القبور ان لزی بذالک ان یونسهم صوت القرآن فانه یقرء فان لم یقصد ذالک فالله تعالیٰ یسمع القرآن حیث کانت۔

یعنی قرآن قبر کے پاس اگر اس نیت سے پڑھے کہ آواز قرآن سے میت کو آرام پہنچے تو پڑھے ورنہ پھر خدا تو ہر جگہ سنتا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ جہاں پڑھو گے وہاں سے میت کو ثواب پہنچ جائے گا۔ ار اگر اکٹھے ہو کر قرآن پڑھنے کی کسی روایت میں ممانعت بھی معلوم ہوتی ہے تو فقہا نے اس کی دو علتیں لکھی ہیں۔ ایک یہ کہ سب آواز سے پڑھیں۔ چنانچہ بحوالہ قنیہ فتاویٰ عالمگیریہ میں لکھا ہے۔

یکره للقوم ان یقروا القرآن جملة لتضمنها ترک الاستماع والانصات المامور بها

یعنی اکٹھے ہو کر قوم کا قرآن پڑھنا اس وجہ سے مکروہ ہے کہ وقت قرآن پڑھنے کے کان لگانے اور چپ رہنے کا جو حکم ہے وہ فوت ہوتا ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ کھانے کے عوض قرآن پڑھنے کو اکٹھے ہو کر قرآن پڑھیں اس طریق پر اس دعوت کو بھی مکروہ لکھا ہے اور قرآن پڑھنے کو بھی۔ چنانچہ کبیری میں ہے۔

وفی فتاوی البزازی یکره اتخاذ الطعام فی الیوم والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی القبر فی للمواسم و اتخاذ الدعوة لقراء ة القرآن و جمع الصلحا والقراء لکختم او قراء ة سورة الانعام اوا لاخلاص والحاصل ان اتخاذ الطعام عند قراء ة القرآن لاجل الکل یکره۔

یعنی موت کے دن اور تیسرے دن اور بعد ہفتہ کے موت کے دن دعوت لینا

اہل میت سے مکروہ ہے اور عرس وغیرہ میں قبر کی طرف کھانا لے جانا اور نیکوں اور قاریوں کا جمع ہونا ختم قرآن کے واسطے یا سورۂ انعام یا اخلاص پڑھنے کے لیے اور قرآن پڑھنے کے عوض دعوت لینا مکروہ ہے۔ یہاں سے ظاہر ہے کہ اگر کوئی اللہ کے واسطے بغرض ثواب پہنچانے کھانے کے کھانا کھلائے اور پھر اللہ واسطے بعض کھانے والے اور بعض نہ کھانے والے اکٹھے ہو کر قرآن پڑھ کر ثواب بخش دیں اور اگر کھانے والے نہ آئیں تو ان سے کچھ حاضر و غائب مزاحمت بھی نہ ہو تو کھانا کھانا اہل میت کا مکروہ ہے۔ نہ لوگوں کا اکٹھے ہو کر قرآن پڑھنا۔

چنانچہ کبیری ہی میں عبارت مذکورہ کے آگے علامہ حلبی تحریر فرماتے ہیں۔

ولا یخلو عن نظر لانه لا دلیل علی الکراهة الا حدیث جریر بن عبد الله المتقدمُ وانما یدل علی کراهة ذالک عند الموت فقط علی انقد عارضه ماروا‌ه الامام احمد بسند صحیح وابو دائود عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن رجل من الانصار قال خرجنامع رسول الله صلی الله علیه وسلم فی جنازة فرأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو علی القبر یو صی للحافر یقول اوسع من قبل رجلیه واوسع من قبل رأسه فلمّا رجع استقبله داعی امراته فجا وجئی بالطعام فوضع یده ووضع القوم فاکلوا ورسول الله صلی الله علیه وسلم یلوک لقمة فی فیه ثم قال انی اجد لحم شاة اخذت بغیر اذن اهلها فسئلت المرأة فقالت یارسول الله انی ارسلتُ الی البقیع اشتری شاة فلم اجد فارسلت الی جاری قد اشتری شاة ان یرسل بثمنها فلم یجد فارسلت الی امراته فارسلت بها الی فقال صلی الله علیه وسلم اطعمیه الا ساری فهذا یدل علی اباحة صنع اهل المیت

الطعام والدعوة الیه۔

یعنی یہ جو عبارت مذکورہ سے پہلے ابن ہمام کا قول نقل کیا گیا ہے کہ یکرہ اتخاذ الضیافة من اهل المیت لانه شرع فی السرور لا فی الحزن قالوا وهی بدعة مستقبحة لماروی عن جریر ا بن عبد الله۔

یہ قول نظر سے خالی نہیں ہے۔ اس واسطے کہ بجز حدیث جریر بن عبد اللہ کے اور کوئی دلیل کراہت کی نہیں اور وہ حدیث فقط موت کے دن کی دعوت کی کراہت پر دلالت کرتی ہے مگر اس کی بھی مخالف دوسری حدیث صحیح مسند امام احمد اور ابو داؤد میں مروی ہے۔ ایک انصاری فرماتے ہیں کہ ہم ایک جنازے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گئے تھے۔ میں نے آپ کو دیکھا کہ قبر کھودنے والے کو فرماتے تھے کہ پاؤں کی طرف سے فراخ کرو۔ سر کی طرف سے فراخ کرو۔ جب آپ لوٹے تو اس میت کی بیوی کی طرف سے ایک بلانے والا آگیا۔ آپ مع قوم کے تشریف لے گئے تو کھانا سامنے رکھ دیا گیا۔ حضور نے جب کھانا شروع کیا تو آپ کے منہ میں لقمہ پھرنے لگا اور آپ کے ساتھی کھانے لگے پھر آپ نے فرمایا یہ بغیر اجازت مالک کے لی ہوئی بکری کا گوشت معلوم ہوتا ہے جب اس سے پوچھا گیا۔ اس نے عرض کیا کہ میں نے بقیع سے منگوائی وہاں نہ ملی۔ پھر میرے پڑوسی نے ایک بکری خریدی تھی اسے خریدنا چاہا تو وہ نہ ملا۔ پھر ان کی بیوی سے میں نے اس بکری کو

ا روی الامام احمد وابن ماجه باسناد صحیح عن جریر بن عبد الله۔ قال کنا نعد الاجتماع الی اهل المیت و صنعتهم الطعام من النیاحة ۔ یعنی سند صحیح سے امام احمد رحمہ اللہ اور ابن ماجہ رحمہ اللہ حضرت جریر بن عبد اللہ رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ اہل میت کے یہاں جمع ہونے کو اور ان کے جمع ہونے والوں کے لیے کھانا تیار کرنے کو ہم قسم نوحہ سے سمجھتے تھے۔ ۱۲ منہ غفر اللہ لہ ولکاتبہ ولوالدیہما

طلب کیا۔ اس نے بھیج دی۔ آپ نے فرمایا کہ اب اس کھانے کو قیدیوں کو کھلا دو۔ یہ حدیث کھلی دلالت کرتی ہے اہل میت کی دعوت قبول کرنے اور کھانے تیار کرنے کے جواز پر۔

اور قبر پر اکٹھے ہو کر قرآن پڑھنے کی روایتیں تو ہم نقل کر ہی چکے ہیں کہ جن سے قبر سے دور لوگوں کا اکٹھا ہو کر قرآن کا پڑھنا بلا اختلاف صراحۃً جائز معلوم ہوتا ہے۔ اور علاوہ ان کے اور بہت روایتیں ہیں۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیریہ ہی میں ہے۔ وفی المخجندی امام یعتاد کل غداۃ معہ جماعۃ قراءۃ آیۃ الکرسی و آخر البقرۃ و نحوھا جھر الاباس بہ والافضل الاخفاء کذافی القنیۃ یعنی خجندی اور قنیہ میں ہے کہ بعد نماز صبح جماعت کے ساتھ آیۃ الکرسی اور آخر سورہ بقر وغیرہ آواز سے پڑھنے کی اگر امام کو عادت ہو تو کچھ ڈر نہیں۔ مگر افضل یہ ہے کہ امام وغیرہ سب لوگ پوشیدہ پڑھیں۔ اور آیہ کریمہ اذا قری القرآن فاستمعوا لہ کی نسبت جمہور صحابہ فرماتے ہیں کہ نماز کی قرأت کے ساتھ مخصوص ہے۔ چنانچہ مفسرین ایسا ہی تحریر فرماتے ہیں۔ اور بعض روایت سے جو ثابت ہے کہ خطبہ کے بارہ میں نازل ہوئی تھی اس میں مفسرین معتبر کلام کرتے ہیں۔ فقط۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم و احکم۔

تمام شد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ العلی الاعلی والصلوۃ والسلام علی حبیبہ جامع فضائل الاسنی وعلی آلہ وصحبہ البررۃ الاتقیاء اما بعد آثم دعاصی ابو محمد۔ محمد دیدار علی الرضوی الحنفی المجددی۔

تمام مسلمانوں کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ خاکسار تالیف رسالہ ہدایۃ الطریق سے فارغ ہوا ہی تھا کہ ادھر ایک رسالہ بظاہر مسلمانوں کو باہم اتفاق پیدا کرنے کا نشان اور حقیقت میں اختلاف تازہ پیدا کرنے کا سامان مسمّی بہ ''سماکم المسلمین'' نظر سے گزرا۔ خلاصہ سارے رسالہ کا یہ تھا کہ[1] احمدی۔ اہل قرآن۔ حنفی۔ شافعی وغیرہ وغیرہ امتیازی نام رکھنے والے سراسر مخالف قرآن ہیں اس واسطے کہ قرآن میں تو اللہ تعالیٰ نے ہم مسلمانوں کا نام مسلمان ہی رکھا ہے۔ آیہ کریمہ ھو سمکم المسلمین اس امر کی ظاہر دلیل ہے کہ اور اس صورت میں غیر مذہب بلا وقت مسلمان بھی ہو سکتے ہیں ورنہ بیچارے اسی فکر میں رہتے ہیں کہ محمدی مسلمانوں میں داخل ہوں یا حنفیوں میں شافعیوں یا مالکیوں میں۔ ادھر یہ آواز حیرت افزا کان میں پہنچی کہ محمدی یہی کہتے ہیں کہ امام اعظم رحمہ اللہ کو کل سترہ حدیثیں پہنچی تھیں۔ چنانچہ ابن خلدون جیسا مورخ اس امر کو لکھ رہا ہے۔ لہذا مناسب معلوم ہوا کہ اگرچہ ان سب امور کے مفصل جواب رسالہ ہدایۃ الطریق

[1] اور غضب یہ ہے کہ خود مصنف رسالہ مذکور کے طرز بیان سے ظاہر ہے کہ فی الواقع وہ بھی نئے امتیازی نام رکھنے والوں میں سے محمدی فرقہ سے ہے اس واسطے وقت بیان کرنے جدید فرقوں کے ساتھ جماعت مقلدین کی کہ جو سب حقیقت میں ایک ہیں اور بظاہر بموجب پیروی تحقیق ہر ایک امام مجتہد کے حنفی۔ شافعی مالکی حنبلی کہے جاتے ہیں۔ محمدی فرقہ کا نام نہ لیا اس کا نام احمدی کر کے ذکر کر لیا۔ منہ غفر لہ ولوالدیہ۔

میں گزر چکے ہیں اور معیار قرآن کے سچے پیروؤں کی بھی قرآن سے ہی بلا تاویل وتقلید کسی خاص مفسر کے خالص ترجمہ قرآن سے ہی بتا دی گئی ہے مگر ایسے مفصل نقشے بھی بطور ضمیمہ رسالہ ہذا کے ساتھ اضافہ کرنے مناسب سمجھے گئے جن سے ہر خاص و عام کو معلوم ہو جائے کہ یہ چاروں امام خصوصاً امام اعظم رحمہ اللہ اتنے بڑے محدث تھے کہ جملہ محدثین انہی میں سے کسی ایک کے مقلد ہیں اور علم حدیث میں تو یہ سارے محدث انہیں کے شاگرد اور ان کے شاگردوں کے شاگرد ہیں اور یہ چاروں امام وہ ہیں کہ علم دین کے جامع ہونے کی نسبت جو جو پیشین گوئیاں رسول اللہ ﷺ نے فرمائی تھیں ان کے مصداق باتفاق علماء ودین حق آئین بھی بن سکتے ہیں اور ان سب میں سے امام اعظم رحمہ اللہ تو تابعی ہونے کی بزرگی کے ساتھ بھی ممتاز ہیں اور حدیث صحیح میں آیا ہے۔

عن عمران بن حصین قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول خير الناس قرنی ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم ثلثاثم يجی قوم بعد هم يستمنون يحبون السمن يعطون الشهادة قبل ان يسئلوها رواه الترمذی۔

یعنی ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت عمران نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ زیادہ بہتر آدمی میرے زمانے کے ہیں پھر جو ان سے نزدیک ہوں گے پھر جو ان کے زمانہ سے نزدیک ہوں گے۔ پھر جو ان سے نزدیک ہوں گے تین بار۔ پھر موٹا ہونے کو دوست رکھنے لگیں گے یعنی دین سے بے فکر ہو جائیں گے۔ گواہی طلب کیے جانے سے پہلے گواہی کو موجود ہوں گے۔ اور صاحب رسالہ سائم المسلمین کی خدمت میں فقط اتنا عرض کر دیا جائے کہ جمہور مسلمانوں کے جن کا نام حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی بموجب وجوہ مذکورۂ رسالہ ہدایۃ الطریق

ہے پیروی چھوڑنا ہی مسلمانوں میں سے اتفاق کھونے اور اختلاف ڈالنے کا پورا ذریعہ ہے چنانچہ جمہور مسلمانوں کی مخالفت ہی نے آپ کو یہ دن دکھایا کہ بے سوچے سمجھے مضمون کلام اللہ اور منشاء احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ کہہ بیٹھے کہ سب مسلمانوں کو لازم ہے کہ اپنا نام فقط مسلمان رکھیں اور یہ نہ سمجھا کہ اپنا نام فقط مسلمان رکھنے کا ارشاد ان کو ہوتا ہے جن کو ایمان کی ہوا بھی نہ لگی تھی۔ چنانچہ آخر سورہ حجرات میں ہے۔ ''قالت الاعراب امنا قل لم تو منوا ولكن قولوا اسلمنا ولما يد خل الايمان فی قلوبكم ''یعنی اعراب کہتے ہیں کہ ہم ایماندار بن گئے۔ اے ہمارے حبیب کہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے۔ ہاں یوں کہو کہ ہم مسلمان ہو گئے ورنہ تمہارے دل میں ہرگز ایمان داخل نہیں ہوا۔ فقط یہ ارشاد اس واسطے ہوا ہے کہ مسلمان شریعت کی ظاہر طور سے پیروی کرنے والے کو کہتے ہیں۔ اب اگر وہ دل سے پیرو شریعت کا ہے اور تمام شریعت کو یقیناً حق بھی جانتا ہے مومن مسلمان ہے۔ اور اگر نرا ظاہرداری سے پیروی کرتا ہے اور دل میں یقین نہیں رکھتا وہ فقط مسلمان ہے۔ اور اب ان آئندہ نقشوں سے آپ کو خوب معلوم ہو جائے گا کہ مومن مسلمان جتنے گزرے اور ہیں وہ ہمیشہ سے بڑی جماعت

ا چنانچہ دیکھ لو کہ اہل ندوہ نے بھی بلغرض ایک کر دکھانے ان ستر اور چند فرقوں کے کہ جن کا ایک ہونا بموجب پیشین گوئی رسول اللہ ﷺ محال تھا۔ اس قسم کا خیال محال کیا تھا آخرکار اس کا یہی نتیجہ ہوا کہ ایک گروہ مشترک اور بن گیا۔ اور سمجھدار عالم مثل مولانا احمد حسن صاحب کانپوری مرحوم وغیرہ اس کے نتیجے پر نظر ڈال کر اس سے جدا ہو گئے وجہ یہ ہے کہ بموجب احادیث صحیحہ تشریف لانے حضرت امام مہدی علیہ السلام کے جن بہتر فرقوں کا ہونا اور جن واقعات کا وقوع ضروری ہے ان کے ایک ہو جانے کا خیال رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئیوں کا مٹانا ہے۔ منہ غفرلہ و لکاتبہ ولوالدیہما۔

اہل اسلام سے پیرو رہے ہیں۔ اور غیر مجتہد کے واسطے خواہ مفسر ہو یا محدث انہی چار اماموں سے کسی ایک امام کی پیروی کو ذریعہ خدا اور رسول کی پیروی کا سمجھتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ بڑے بڑے اولیا کبار اور محدثوں کا مقلد ہونا وغیرہ سب امور ان نقشوں سے ظاہر ہیں۔ نمونہ نام ان اولیاء اللہ کا جو مقلد حضرت امام اعظم رحمہ اللہ گزرے ہیں۔ (ملاحظہ ہوں نقشہ جات صفحہ ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳ پر)

نسب نامہ امام اعظم حضرت امام ہمام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ

(منقول از جواہر مضیہ فی طبقات الحنفیہ)

امام اعظم ابوحنیفہ نعمان رحمہ اللہ۔ بن ثابت بن کاوس بن ہرمز بن مرزبان، بن بہرام بن مہرکز، بن ماخسر بن حسیسک بن آذر بود بن ہرواس، بن بہرام بن ہیرکز بن اردریار بن آرزخور بن فیروز بن سیندوش بن رقبان بن کمتیسکر بن کردبو بن سیردار بن وادین بن سیدوش بن یزدبن بخت فور بن شادان بن ہرمزدیار بن خانستان بن دینار بن کمیار بن ودین بن سیدوش بن کردو بن ملک ساسان بن ملک تابک بن ملک مہرس بن ملک ساسان بن تہمتن بن ملک اسفندیار بن ملک گستاشب بن ملک لہراسب بن ملک کتمش بن ملک کی یاستین بن ملک کیابو بن ملک کیقباد بن ملک دادا بن ملک برہا بن ملک مربان سوہ بن ملک منوچہر (جن کا لقب فارس تھا) بن یہودا بن یعقوب علیہ السلام بن اسحاق علیہ السلام بن ابراہیم علیہ السلام بن آرز بن یاحور بن سروع بن راغو بن فالخ بن عابر یعنی ہود بن شالخ بن ازفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ بن برد بن مہلائیل بن قینان بن شیث علیہ السلام بن آدم علیہ السلام۔ (حضرت امام کی ولادت ۸۰ھ وفات ۱۵۰ھ)

تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ آپ کے پوتے اسماعیل فرماتے تھے کہ میں بیٹا حماد کا ہوں جو امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے اور ۸۰ء میں میرے دادا ابوحنیفہ پیدا ہوئے۔ ان کے والد ماجد ثابت ان کو حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے گئے حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے ان کو اور ان کی اولاد کو برکت کی دعا دی۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے حق میں اللہ نے حضرت کی دعا قبول کر لی۔ اور ہم اولاد فارس سے ہیں یعنی ملک منوچہر کی نسل سے

اس واسطے کہ منوچہر کی نسل کے لوگ اولاد فارس کہلائے جاتے ہیں اس واسطے حافظ حدیث مفتی حجاز علامہ ابن حجر مکی شافعی خیرات الحسان اور علامہ شامی ردالمحتار میں تحریر فرماتے ہیں کہ مسلم اور بخاری میں ابو ہریرہ سے مروی ہے۔قال قال رسول اللہ ﷺ لو کان الدین عند الثریا لذهب به رجل من فارس وقال من ابناء فارس حتی یتناوله اور طبرانی اور شیرازی میں قیس بن ساعدہ اور عبداللہ بن مسعود اس طرح نقل فرماتے ہیں۔لو کان العلم عند الثریا لتناوله رجال من ابناء فارس یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر دین اور علم ثریا کے ستارے کے بھی پاس ہوگا تو عرب حاصل نہ کرسکیں گے مگر ایک آدمی فارس یا اولاد فارس سے وہاں سے بھی حاصل کرلے گا۔اس کے مصداق امام ابو حنیفہ ہیں اس واسطے کہ ایسا عالم دین اولاد فارس میں اور کوئی نہیں گزرا۔اس پر علماء متفق ہیں اور اس پر بھی علماء کا اتفاق ہے کہ حدیث لاتسبوا قریشا فان علامها یملا الارض علماء کے مصداق امام شافعیؒ ہیں اور حدیث یوشک ان یضرب الناس اکباد الابل فلا یجدون اعلم من عالم المدینة کے مصداق امام مالک رحمہ اللہ ہیں۔درمختار میں ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ نے اپنے زمانے میں بیس صحابہ کو پایا اور سات یا آٹھ صحابہ سے حدیثیں بھی روایت کرتے ہیں۔یہی مضمون جواہر العقائد اور ضیاء اور منیۃ المفتی میں ہے۔اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بلکہ چار صحابہ سے امام کا حدیثیں روایت کرنا ابن خلکان بھی لکھتے ہیں اور حافظ عراقیؒ فرماتے ہیں کہ ابن صلاح اور امام نووی فرماتے ہیں کہ ظاہر اور قریب قبول یہ بات ہے کہ تابعی وہی ہے جس نے صحابی سے ملاقات کی خواہ صحبت میں رہے یا نہ رہے اور حدیث سنی یا نہ سنی۔

اسماء اساتذہ امام اعظمؒ جو صحابہ میں سے ہیں: حضرت انس بن

مالک رضی اللہ عنہ۔عبداللہ بن ابی اوفی کوفی۔سہل بن سعد مدنی۔ابو الطفیل۔عامر مکی۔عبداللہ انیس۔عبداللہ بن حارث زبیدی۔جابر بن عبداللہ۔عائشہ بنت عجرہ۔اور جلیل القدر تابعی چار چار ہزار آپ کے استاد ہیں۔سب سے بڑے عطاء بن ابی رباح ہیں۔

اسماء گرامی بعض مفسرین حنفیہ:

صاحب تفسیر مدارک۔قاضی ثناء اللہ پانی پتی صاحب تفسیر مظہری جو ے جلد میں ہے۔مولانا شاہ عبدالعزیزؒ۔حضرت یعقوب چرخی، علامہ ابو سعود جنگی تفسیر حاشیہ تفسیر کبیر پر آٹھ جلد میں ہے۔ملا حسین کاشفی صاحب تفسیر حسینی و تفسیر جواہر۔(رضوان اللہ علیہم اجمعین)

اسماء گرامی ان اولیاء اللہ کے جو حنفی گزرے ہیں:

ابراہیم بن ادہمؒ۔شفیق بلخی۔معروف کرخیؒ۔ابو یزید بسطامیؒ۔ابو الحسن خرقانی۔خواجہ معین الدین چشتیؒ۔داؤد طائی۔فضیل بن عیاضؒ۔ابو بکر وراقؒ۔بہاؤ الدین نقشبند، مجدد الف ثانی، خواجہ محمد معصومؒ۔مرزا مظہر جانجاناںؒ۔خواجہ نظام الدین، خواجہ قطب الدینؒ۔خواجہ جمال الدین ہانسویؒ، خواجہ فرید شکر گنج، خواجہ عبید اللہ احرار۔خواجہ علی رامتنیؒ، حضرت یعقوب چرخی وغیرہم رضوان اللہ علیہم۔

اسماء گرامی بعض مفسرین شافعیہ:

امام فخر الدین رازیؒ صاحب تفسیر کبیر جو ے جلد میں ہے۔مخدوم علی مہائمیؒ صاحب تفسیر رحمانی ۲ جلد میں۔علامہ بغوی صاحب تفسیر معالم۔علامہ قاضی بیضاء صاحب تفسیر بیضاوی۔علامہ جلال الدین سیوطی صاحب تفسیر جلالین ۲ جلد۔امام غزالی صاحب تفسیر یاقوت التاویل۔

اسماء گرامی اولیاء جو شافعی گزرے ہیں:

امام محمد غزالیؒ۔ امام احمد غزالیؒ۔ مصلح الدین سعدی شیرازیؒ۔ حضرت شیخ عبد القادر محی الدین گیلانیؒ۔ حضرت سید احمد رفاعیؒ۔ ابوالحسن شاذلیؒ۔ محی الدین ابن عربیؒ۔ ابراہیم خواصؒ۔ حاجی علیؒ وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

اشعۃ اللمعات میں مولانا عبد الحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ قرن اول یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا زمانہ ۱۱۰ ہجری تک گنا جاتا ہے۔ اور دوسرا قرن یعنی تابعیں کا زمانہ ۱۷۰ھ تک اور تیسرا قرن یعنی تبع تابعین کا زمانہ ۲۶۰ ہجری تک اب نقشہ مندرجہ ذیل کے سنوں سے ہر ایک محدث اور امام کا تابعی یا تبع تابعی ہونا معلوم ہو سکتا ہے۔

نہایہ ابن اثیر اور طیبی میں ہے کہ حدیث خیر القرون قرنی میں قرن زمانے کو کہتے ہیں جس کی مدت باعتبار عمر متوسط کے چالیس برس ہیں یا اسی برس یا سو برس۔ اور خیر بمعنی افعل التفضیل ہے۔ اب رہا یہ امر کہ امام اعظم رحمہ اللہ جب اتنے بڑے محدث تھے کہ یہ تمام محدث اور امام علاوہ فقاہت کے عالم حدیث میں بھی انہیں کے شاگردوں کے شاگرد ہیں تو اس کی کیا وجہ ہے کہ ان سے مثل بخاری اور مسلم کوئی بھی کتاب حدیث کی منقول نہیں پائی جاتی اور یہ محدث اپنی کسی کتاب میں ایک دو حدیث بھی امام سے روایت نہیں کرتے۔ اور ابن خلدون نے امام کی نسبت ایسا کیوں لکھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ ابن حجر عسقلانی ہدی الساری مقدمہ صحیح بخاری میں تحریر کرتے ہیں کہ منجملہ وجوہات مذکورہ کتب معتبرہ ایک وجہ یہ ہے کہ قرن اول اور شروع قرن تابعیوں میں اکثر اہل اسلام لکھنا کم جانتے تھے اور حافظے قوی رکھتے تھے۔ اور وہ جو مسلم شریف میں ہے کہ بخوف مختلط ہو جانے

قرآن [1] کے ساتھ احادیث کے رسول اللہ ﷺ نے حدیثوں کے لکھنے سے منع فرما دیا تھا اس [2] نہیں کا کسی قدر لوگوں کے دلوں میں اثر باقی تھا۔ لہذا نہ کسی صحابی نے کوئی کتاب حدیث پورے طور سے مرتب کی نہ کسی امام نے ان چاروں اماموں میں سے۔ اور یہ جو مسندیں مشہور ہیں جیسے مسند امام ابو حنیفہ مسند امام شافعی۔ بستان المحدثین میں ہے کہ یہ بعینہٖ ویسی ہی مسندیں ہیں جیسے مسندیں صحابہ کرام کی۔ مسند امام احمد بن حنبل وغیرہ ہیں پچھلے لوگوں کو جس قدر حدیثیں حضرت ابو بکر سے پہنچیں ان کو ایک جگہ جمع کر کے جس طرح انھوں نے ان کا مسند ابو بکر رضی اللہ عنہ مسند عمر رضی اللہ عنہ نام رکھ دیا اسی طرح ان اماموں کے شاگردان شاگرد اور شاگردوں نے ان کی حدیثوں کو جس قدر ان کو ملیں ایک جگہ جمع کر کے مسند امام ابو حنیفہ مسند امام شافعی نام رکھ دیا چنانچہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی حدیثوں کو جنھوں نے مرتب کیا ہے وہ پندرہ امام معترب ہیں لہذا ان کی مسندیں بھی پندرہ ہی مشہور ہیں اور آج تک منقول چلی آتی ہیں۔ اور مسند امام شافعی رحمہ اللہ آپ کے شاگرد ربیع ابن سلمان کی مرتب کی ہوئی ہے اور امام مالک رحمہ اللہ نے بغرض منتخب کرنے اور ترتیب دینے کے اول دس ہزار حدیثوں کو جمع کیا تھا پھر ان سے منتخب کرتے رہے اور شاگرد سن سن کر علیحدہ جمع کرتے رہے لہذا موطا کے مختلف نسخے

[1] واضح ہو کہ جو لوگ فن فصاحت و بلاغت سے پوری واقفیت رکھتے تھے ان سے تو یہ خوف قطعاً محال تھا مگر چونکہ اطراف سے عجمی بدوی آتے جاتے رہتے تھے غالباً ان کے واسطے یہ انتظام کیا گیا تھا کہ کبھی وہ حدیث اور قرآن دونوں کو لکھ لے جائیں اور سب کو قرآن سمجھ لیں۔ اور یہ امر موجب اختلاف ہو جائے۔ منہ غفر اللہ له و لکاتبه و لوالدیهما۔

پھیل گئے اور آپ سب کو ایک جا جمع نہ کر سکے اور وہ موطا اسی شاگرد کے نام سے نامزد ہو گئی چنانچہ سولہ نسخے موطا کے مشہور ہیں اور ہر موطا میں حدیثیں باہم کم اور زیادہ بھی پائی جاتی ہیں۔ گو زیادہ اختلاف نہیں ہے منجملہ ان کے ایک موطا امام محمد رحمہ اللہ بھی ہے کہ جس میں بعض بعض حدیثیں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہیں البتہ نسخہ یحیی بن یحیی اندلسی امام مالک رحمہ اللہ کے نام سے مشہور ہے۔ اور امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند کو اگرچہ خود جمع کیا تھا مگر بعد آپ کے آپ کے صاحبزادے اور ابوبکر قطیعی آپ کے شاگرد نے جس قدر حدیثیں آپ سے علاوہ مسند مذکور کے سنی تھیں ان کو بھی اس میں داخل کر دیا۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ صحیح حدیثوں سے چونکہ ثابت ہے کہ فقیہ[۱] کا مرتبہ فقط زیادہ حدیثوں کی روایت کرنے والوں سے

[۱] چنانچہ مسند امام شافعی مدخل بیہقی مسند امام احمد سنن ترمذی اور ابوداؤد و ابن ماجہ اور دارمی میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ نضر اللہ عبدا سمع مقالتی فحفظہ ووعاھا واداھا فرب حامل فقہ غیر فقیہ ورب حامل فقہ الی من ھو افقہ منہ یعنی تروتازہ رکھے اللہ اس بندہ کو جس نے میری بات کو سن کر یاد رکھا اور دوسروں کو پہنچا دیا اس واسطے کہ فقہ کے اٹھانے والے بہت سے ایسے ہیں کہ خود فقیہ یعنی سمجھدار اور مجتہد نہیں ہوتے۔ اور بہت سے ایسے ہیں کہ وہ فقہ کی بات یعنی سمجھ کی بات اس شخص تک پہنچا دیتے ہیں جو اس سے زیادہ سمجھدار ہو۔ بہر نہج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک فضیلت فقیہ کو ہے چنانچہ دوسری حدیث مرویہ مشکوۃ میں ہے کہ جو امام زمانہ جہالت میں بہتر سمجھے جاتے تھے بعد اسلام لانے کے بھی بہتر ہی سمجھے جائیں گے جس وقت کہ وہ فقیہ ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ فقاہت سے کم قوم شریفوں پر فضیلت حاصل کر لیتا ہے۔ اسی واسطے جمہور متقدمین فرماتے ہیں کہ زیادہ حدیث روایت کرنے سے فقاہت حاصل کرنا بہتر ہے۔ خیرات الحسان میں ہے۔ الذی علیہ فقہاء جماعۃ المسلمین و علمائھم

زیادہ ہے امام اعظم رحمہ اللہ فقہ کی طرف یعنی قرآن سے حدیثوں سے ان مسئلوں کے نکالنے کی طرف جن تک ہر ایک فقیہ بھی نہ پہنچ سکے زیادہ مشغول رہے ورنہ آپ کے چار ہزار تو فقط تابعی علم حدیث کے استاد ہیں چنانچہ خیرات الحسان میں ہے[۲] انہ اخذ عن اربعۃ آلاف شیخ من الائمۃ التابعین و غیرھم و من

بقیہ۔ ذم الاکثار من الحدیث بدون تفقہ و تدبر وقال ابن شبرمۃ اقل الروایۃ تفقہ یعنی زیادہ حدیثیں نہ بیان کرنا کہ تو فقیہ بن جائے۔ یعنی فقیہ کا کام زیادہ حدیثیں روایت کرنا نہیں ہے لہذا جماعت مسلمانوں کے عالم اور فقیہ بغیر فقاہت کے زیادہ حدیث روایت کرنے کو اچھا نہیں جانتے۔ فقیہ تو بہت ڈر کر حدیث بیان کرتا ہے جیسا کہ منہیہ آئندہ سے ظاہر ہے۔ اور امام ترمذی رحمہ اللہ سنن ترمذی کے صفحہ ۱۲۶ میں حدیث ام عطیہ کے متعلق مختلف قول امام شافعی امام مالک رحمہما اللہ کے نقل کر کے فرماتے ہیں۔ کذالک قال الفقہاء وھم اعلم بمعانی الحدیث۔ یعنی فقہاء اس حدیث کے متعلق ایسا ہی فرماتے ہیں اور حدیث کے معنوں کو وہی خوب جانتے ہیں۔ اور حضرت اعمش کا قصہ جو آپ کی کمال فقاہت اور حدیث دانی پر دال ہے۔ رسالہ ہدایۃ الطریق میں گزر چکا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ فقیہ تو آپ اتنے بڑے تھے کہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ بھی فرماتے ہیں۔ الناس عیال علی فقہ ابی حنیفۃ۔ یعنی باعتبار فقاہت امام اعظم رحمہ اللہ کے سب بال بچے ہیں۔

۱۲ منہ غفرلہ۔

[۲] یعنی تابعیوں میں سے جو امام گنے جاتے تھے ایسے چار ہزار تابعیوں سے امام اعظم رحمہ اللہ نے علم حدیث حاصل کیا تھا اسی واسطے امام ذہبی نے آپ کو حفاظ حدیث کے طبقہ میں گنا ہے اور جس کسی نے لکھا ہے کہ آپ کو فن حدیث میں کم دخل تھا اس کا باعث حسد ہے یا اس کی تحقیقات کی سستی ہے ورنہ اتنے بے شمار مسئلوں کا ایسے طریق پر قرآن حدیث سے نکالنا کیونکر ہو سکتا ہے اور پھر سب سے پہلے اس خوبی کے ساتھ مگر چونکہ آپ اس طرف مشغول رہے ظاہر میں آپ سے حدیث مشہور نہ ہوئی۔ جس طرح بوجہ مشغولی کے مصلحت مسلمانوں میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے زیادہ حدیث مشہور نہ ہوئی بخلاف ادنی مرتبہ کے صحابہ کے ان سے بہتر حدیثیں منقول ہیں ایسے ہی جس قدر حدیثیں پچھلوں سے منقول ہیں امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ سے منقول نہیں۔ ۱۲ منہ

ثم ذکرہ الذھبی وغیرہ فی طبقات الحفاظ من المحدثین و من زعم قلتہ اعتنائہ بالحدیث فھو امالتسا ھلہ اوحدہ اذلیف بتاتی لمن ھو کذالک استنبط مثل ما استنبطہ من المسائل التی لا تحصی کثرۃ مع انہ اول من استنبط من الادلۃ علی الوجہ المخصوص المعروف فی کتب اصحابہ رحمھم اللہ ولاجل اشتغالہ بھذا لا ھم لم یظھر حدیثہ فی الخارج کما ان ابو بکر و عمر رضی اللہ عنھا لما اشتغلا بمصالح المسلمین العامۃ لم یظھر عنھما من روایۃ الاحادیث مثل ماظھر عمن دونھما حتی صغار الصحابۃ و کذالک مالک والشافعی لم یظھر عنھما مثل ماظھر عن تفرغ للروایۃ کابی زرعۃ و ابن معین رحمھما اللہ لا شتغالھما بذالک الاستنباط۔ اور تیسری وجہ یہ ہے کہ احادیث صحیحہ سے چونکہ ثابت ہے کہ آدمی اگر جھوٹا بننا چاہے جو کچھ سنے اس کو روایت کرنا شروع کردے اسی واسطے فقہاء صحابہ زیادہ حدیث بیان کرنے سے ڈرتے تھے۔ اور دوسری صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ میں کلمات جامع عطا کیا گیا ہوں یعنی اللہ نے مجھ کو اس بزرگی کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ کہ میرا کلام مختصر ہوتا ہے اور بہت سے معانی اور مطالب اس میں جمع ہوتے ہیں۔ بسبب حاصل ہونے قوت کاملہ حفظ کے امام اعظم رحمہ اللہ جب تک یقینی طور سے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثابت نہ ہو جائے اور یہ بات پایہ ثبوت کو نہ پہنچ جائے کہ یہ وہی الفاظ ہیں جو زبان معجز بیان سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے نکلے تھے کسی حدیث کو فقط معانی حدیث کے یاد رہنے کے بھروسہ پر نہ خود روایت کرنا جائز سمجھتے تھے نہ جب تک اس طریق پر یاد نہ

ہو دوسرے کو اجازت اپنی سے روایت کرنے کی دیتے تھے بخلاف دوسرے مجتہدوں اور محدثوں کے کہ وہ بالمعنی روایت جائز رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود امام کے شاگردوں کے شاگرد ہونے کے جو محدث اپنے میں امام کی شرط کے موافق قوت حافظہ نہیں پاتے امام سے روایت نہیں کرتے ورنہ امام محمد اور امام ابی یوسف رحمہما اللہ جس قدر حدیثوں کو بموجب شرط امام پاتے ہیں موطا اور آثار وغیرہ میں روایت کرتے ہی ہیں۔ پھر اتنے معتبر لوگوں کے مقابلے میں ابن خلدون کا قول سوائے دشمن امام دین کے کس عاقل کے نزدیک معتبر ہوسکتا ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ''الضوء اللامع فی اعیان القرن التاسع'' میں ابن خلدون کے حال میں تحریر فرماتے ہیں ولم یکن ماھرا بالعلوم الشرعیۃ یعنی ابن خلدون شریعت کے علموں میں مہارت نہیں رکھتا تھا۔

اندریں صورت قرآن اور حدیث کی پیروی کے مدعیوں سے اس باب میں ابن خلدون جیسے کی پیروی کرنا اور امام جیسے مجتہد محدث کی تقلید کو بدعت کہنا بجز نقصان ایمان اور کیا کہا جائے۔ حالانکہ تاریخ ابن خلدون کو جو فقط مصر میں چھپی ہے میں نے جس زمانہ میں اس کا فارسی ترجمہ کیا تھا دیکھا ہے ایسی غلط چھپی ہے کہ سیکڑوں جگہ ایک ایک سطر رہ گئی ہے اور اس کی سفیدی چھوڑ دی گئی ہے اور عبارت اس کی بہت مختصر ہے اکثر جگہ مصنف نے ضمیروں ہی سے کام لیا ہے لہذا ترجمہ بہت جگہ اگلے پچھلے مضمون کو ملا کر اٹکل ہی سے کیا جاتا تھا۔ اندریں صورت کیا عجب ہے کہ مقصود ابن خلدون یہ ہو کہ صحابہ کرام سے امام فقط سترہ حدیثیں روایت کرتے ہیں اور غلطی مطبع سے لفظ صحابہ رہ گیا ہو۔ چنانچہ یہ مضمون اور بھی بہت سے علماء معتبر سے منقول ہے۔ درمختار میں ہے کہ علامہ شمس الدین محمد ابونصر بن عرب

شاہ اپنی کتاب جواہر العقائد میں تحریر فرماتے ہیں۔ ثمانية من الصحابة ممن روی عنهم الامام اعظم رحمه الله یعنی جن سے امام اعظم رحمہ اللہ نے حدیثیں روایت کی ہیں وہ آٹھ صحابہ ہیں۔ حضرت انس بن مالک، حضرت جابر بن عبد اللہ۔ حضرت عبد اللہ ابن ابی اوفی۔ حضرت ابو الطفیل عامر۔ حضرت ابن انیس۔ حضرت واثلہ ابن اسقع۔ حضرت عبد اللہ بن حارث بن جزر۔ حضرت عائشہ بنت عجرو۔ اور شامی میں ہے کہ بہت طریقوں سے ثابت ہے کہ حضرت انس سے آپ تین حدیثیں روایت فرماتے تھے۔ اور اس میں بعض محدثوں کا کلام نقل فرماتے ہیں کہ علامہ تاش کبری نے آپ کی حدیثیں سننے کی نسبت صحابہ کرام سے بہت سی روایتیں نقل کی ہیں اور محدثوں کا قاعدہ مسلم ہے کہ ثبوت کی روایت نفی کی روایت پر مقدم رکھتے ہیں اور دو حدیثیں حضرت واثلہ ابن اسقع سے پھر بعد شرح اور بسط حالات آٹھوں صحابہ کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں کہ چار صحابہ کرام اور ہیں کہ ان سے بھی آپ کا حدیث روایت کرنا منقول ہے سہل بن سعد۔ سائب بن یزید۔ عبد اللہ بن بسر۔ محمود بن الربیع۔ اور چار صحابہ سے آپ کی ملاقات کرنی اور ان سے حدیثیں روایت کرنے کو تو اپنی تاریخ میں علامہ ابن خلکان رحمہ اللہ بھی نقل کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

وادرک ابو حنيفة اربعة من الصحابة واخذ عنهم و اصحابه يقولون انه بقی جماعة من الصحابة ولم يثبت ذالک عند اهل النقل و ذکر الخطيب فی تاريخ انه رای انس بن مالک و اخذ الفقه عن حماد بن سليمان وسمع عطا بن ابی رباح

یعنی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے چار صحابہ کو پایا اور ان سے حدیثیں بھی حاصل کیں اور ان کے اصحاب کہتے ہیں کہ صحابہ کی ایک جماعت سے انھوں نے

ملاقات کی ہے۔ مگر یہ بات اہل نقل کے نزدیک ثبوت کو نہیں پہنچی۔ اور خطیب اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں کہ امام نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا اور فقہ حضرت حماد سے حاصل کی۔ اور عطاء بن ابی رباح سے حدیثیں سنیں۔ اس کے بعد علم حدیث میں آپ کے استادوں اور شاگردوں کے بہت نام لکھے ہیں۔ بہر نہج صحابہ کرام کو دیکھنے میں آپ کی نسبت کسی کو کلام نہیں۔ لہذا باتفاق جمہور آپ کا تابعی خیر القرون سے ہونا ثابت چنانچہ مولوی نذیر حسین صاحب نے معیار الحق میں جو کچھ لکھا ہے اس سے بھی آپ کا تابعی ہونا ظاہر۔ ہاں یہ جو لکھا ہے کہ آپ کے اصحاب کہتے ہیں کہ صحابہ سے بھی آپ نے حدیثیں سنیں۔ مگر یہ امر اہل نقل کے نزدیک ثابت نہیں۔ محدثین سے آپ کے اصحاب کے مقابلہ میں اصحاب نقل کے نزدیک ثابت نہ ہونے کو حجت پکڑنا بہت بعید معلوم ہوتا ہے۔ اس واسطے کہ محدثین کا تو یہ قول ہے کہ گھر والوں کے مقابلے میں باہر والوں کا زیادہ اعتبار نہیں ہوتا۔ گھر والے گھر کی بات سے زیادہ واقف ہوتے ہیں۔ پھر اصحاب امام جو امام کے گھر والے ہیں ان کے مقابلے میں اہل نقل کے نزدیک ثبوت نہ ہو تو کیا حرج ہے۔ چنانچہ ابو داؤد شروع صفحہ ۳۰۲ جلد اول سنن ابو داؤد مطبوعہ مطبع محمدی میں حدیث عبد اللہ بن یزید بن رکانہ کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ ابن جریج جو ابن عباس سے رکانہ کے تین طلاق دینے کی روایت نقل کرتے ہیں۔ اور عبد اللہ رکانہ کے پوتے ایک طلاق کی روایت عبد اللہ کی روایت بہ نسبت ابن جریج کی روایت کے زیادہ صحیح ہے۔ اس واسطے کہ عبد اللہ حضرت رکانہ کے گھر کے آدمی ہیں۔ اور گھر والے گھر کی بات سے زیادہ واقف ہوتے ہیں۔ فقط

واللہ اعلم وعلمہ احکم

تمام شد

تتمہ سوال و جواب محمدی و مقلد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمدی: مولانا ہماری جماعت کے ایک مولوی صاحب اگرچہ حنفیوں کو اپنے پھندے میں پھنسانے کی غرض سے وہ حنفی بنے ہوئے ہیں۔ مگر فی الواقع ہیں اسی جماعت کے جس سے مجھ کو نجات حاصل ہوئی ہے۔ وہ کہتے تھے کہ حنفیوں کے بلکہ تمام مقلدوں کے نزدیک عورتوں کو منہ کھول کر سرمہ لگا کر اسی طرح ہاتھوں میں کنگن۔ پہنچی۔ انگوٹھی۔ چھلے پہن کر ہاتھ پاؤں میں مہندی لگا کر پاؤں میں زیور پہن کر اگر تمام بدن کپڑوں سے چھپا ہو اور فقط منہ ہاتھ پاؤں بنے بجے کھلے ہوئے ہوں۔ اجنبی مردوں کے سامنے آنا اور ان کو اپنا حسن و جمال دکھانا اور مردوں کو ان کا تاکنا جائز ہے۔ حالانکہ حدیث صحیح میں آیا ہے۔ لعن اللہ المائلات والممیلات اللہ کی لعنت ہو ان عورتوں پر جو غیروں کی طرف خود میل کریں اور غیروں کو اپنی طرف مائل کریں۔ اس حدیث کو سن کر اس حنفی نما وہابی نے بحرالرائق میں یہ مسئلہ معہ سند حدیث کے جو ابوداؤد میں ہے دکھا دیا۔ ص ۱۶۳ ''فصل فی النظر واللمس'' بحرالرائق میں یہ موجود ہے جو درج ذیل ہے آپ بھی ملاحظہ فرمالیں۔

ومسائل النظر علی اربعة اقسام نظر الرجل الی المرأة و نظر المرأة الی الرجل و نظر الرجل الی الرجل والمرأة الی المرأة. والقسم الاول علی اربعة اقسام نظر الرجل الی الاجنبية و نظره الی زوجته و امته و نظره الی ذوات محارمه و نظره الا امة الغیر والدلیل علی جواز النظر ماروی ان اسماء بنت ابی بکر رضی الله عنهما

دخلت علی رسول الله صلی الله علیه وسلم و علیها ثیاب رقاق فاعرض عنها رسول الله صلی الله علیه وسلم وقال یا اسماء ان المرأة اذا بلغت المحیض لم یصلح ان یری منها الا هذا و هذا و اشار الی وجهه و کفیه۔

ترجمہ: مسئلے نظر کے چار قسم پر ہیں۔ نظر کرنا مرد کا عورت کی طرف اور عورت کا مرد کی طرف اور مرد کا مرد کو اور عورت کا عورت کو پھر نظر کرنا مرد کا عورت کو چار قسم پر ہے۔ اجنبی عورت کو دیکھنا۔ یا اپنی بیوی کو دیکھنا۔ یا اپنی لونڈی کو دیکھنا۔ یا ماں بہن وغیرہا محرّمات کو دیکھنا۔ یا غیر کی لونڈی کو دیکھنا اور ان سب کے منہ ہاتھ دیکھنے کے جواز میں۔ یہ حدیث دلیل ہے کہ حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما باریک کپڑے پہنے ہوئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ نے ان سے منہ پھیر لیا اور فرمایا اے اسماء جب عورت بالغ ہو جائے سوائے منہ اور ہاتھ کے اس کا کوئی عضو اس طرح نہ رہنا چاہیے کہ کوئی اجنبی اس کو دیکھ سکے۔

مگر میں نے جب اس حدیث کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث ابوداؤد میں ہے۔ مگر اس کی شرح عون المعبود مولفہ مولوی ابوالطیب شمس الحق میں (جو محمدیوں کے بڑے جید عالم ہیں اور بڑے بڑے غیر مقلدوں کے معتبر عالموں کی اس پر تقریظیں ہیں) اس حدیث کو ضعیف اور غیر معتبر لکھا ہے عون المعبود میں ہے کہ علامہ منذری فرماتے ہیں اس حدیث کی سند میں سعید بن بشیر ہے جس کی نسبت بہت سے نقاد حدیث کلام کرتے ہیں اور بہت کچھ چہ میگوئیاں منقول ہیں۔ اور حافظ ابوبکر احمد جرجانی اس حدیث کو نقل فرما کر لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو قتادہ سے سوائے سعید بن بشیر کے کسی نے نہیں نقل کیا۔ اور قتادہ کبھی روایت کرتے ہیں

خالد بن دریک سے کبھی یعقوب بن دریک سے اور کبھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کبھی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے۔ لہذا مضطرب بھی ہے اس سے تو حنفیوں کی حدیث دانی پر بڑا اعتراض وارد ہوتا ہے۔

مقلد: مولانا اب محمدی غیر مقلدوں سے نکل کر آپ کن علماء سوء بے مرشدوں و بے استادوں سے جا ملے جو حنفی بن کر بھولے بھالے حنفیوں کو وہابی بنانے کی مدتوں سے کوشش کر رہے ہیں اور یومنون ببعض و یکفرون ببعض کے مصداق بن رہے ہیں اگر بحر الرائق کو آپ خود دیکھ لیتے تو کبھی ایسے مغالطہ میں نہ پڑتے۔ بحر الرائق تو ''اجارہ فاسدہ'' تک ہی چھپی ہے۔ البتہ تتمہ بحر الرائق میں ہے جس کے مصنف علامہ محمد حسین طواطی ہیں جن کا حال معلوم نہیں۔ سوائے بحر الرائق علامہ زین الدین۔ ابن نجیم اس کے مصنف ہیں کہ اس حدیث ضعف کے ساتھ انھوں نے استدلال کیا ہے جس کو دیکھ کر فقہائے حنفیہ کی حدیث دانی پر اعتراض ہو سکے۔

اس عبارت کے آگے اس طرح لکھتے ہیں:

ولا ينظر من اشتهىٰ الى وجهها الا الحاكم و الشاهد و ينظر الطبيب الى موضع مرضها والاصل انه لا يجوزان ينظر الى وجه الاجنبية بشهوة الا لضرورة اذا تيقن بالشهوة او شك فيها و فى نظر من ذكرنا مع الشهوة ضرورة فيجوز و كذا نظر الحاقنة والحاقن فيجوزو كذا نظر الخاتن اذا ارادان يد اوى مع الختان و يجب على القاضى والشاهد ان يقصدو ادا الشهادة والحكم لا قضاء الشهوة تحرزاعن القبح بقدر الامكان هذا وقت الا داء و اما وقت التحمل فلا يجوزان ينظر اليها مع الشهوة لانه يوجد غيره ممن لا يشتهى فلا

حاجة اليه قال فى الغياثية واختلف المشائخ فيهما اذ ادعى الى التحمل وهو يعلم انه اذا نظر اليها يشتهى فمنهم من جوز ذالكب بشرط ان يقصد تحمل الشهادة لا قضاء الشهوة والاصح انه لا يجوزله ذالك قال بعض شراح الهداية وقد ظهر بهذا اباحة النظر الى العورة الغليظة عند الزنا لا قامة الشهادة علم اقول كذا و ما فى تفسير سراج المنير والجلالين عن جوازا باحة النظر فى وجه الى الخاتم و خضاب اليد والكحل والوجه واليدين بين فيه الحرمة فى الوجه الثاين ورجحه فثبت بهذا كون وجه الا باحة مرجوحا و ضعيفا وقال الشامى رحمه الله فى رسم المفتى والفتوى على قول المرجوح جهل وخرق للاجماع۔

ترجمہ: اور نہ دیکھے اجنبیہ کے منہ کو وہ شخص جو بلا ضرورت منہ دیکھنے کا خواہشمند ہو مگر حاکم بضرورت حکم اور گواہ بضرورت شہادت اور طبیب بغرض علاج فقط مرض کی جگہ کو دیکھ سکتا ہے اصل یہ ہے کہ اجنبی عورت کا منہ بلا ضرورت شرعی دیکھنا جائز نہیں جب شہوت کا یقین ہو یا شک ہی اور اشخاص مذکورہ حاکم وغیرہ کو بصورت شہوت بھی بضرورت شرعی جائز ہے ایسا ہی حقنہ کرنے والے مرد یا عورت کو یا ختنہ کے علاج کی غرض سے ختنہ کرنے والوں کو دیکھنا جائز ہے اور قاضی و گواہ پر لازم ہے کہ حتی المقدور منہ دیکھتے وقت حکم نافذ کرنے کا قصد رکھیں اور گواہی دینے کا۔ خواہش نفسانی پوری کرنے کا خیال ہرگز نہ رکھیں البتہ دیکھتے وقت اگر خوف شہوت ہو ہرگز منہ نہ دیکھیں اس لیے کہ ایسے بوڑھے بے طاقت کا گواہی کے لیے ملنا ممکن ہے جس کو قطعاً خواہش نہ ہو۔ اور فتاویٰ غیاثیہ میں ہے کہ ایسا شخص جس کو منہ عورت کا دیکھنے سے خوف شہوت کا ہو اگر گواہ بنانے کو بلایا جائے

اگر چہ اس میں اختلاف ہے تاہم صحیح یہی ہے کہ گواہ بننے کے لیے اس کو منہ دیکھنا جائز نہیں۔ اور بعض شراح ہدایہ نے کہا ہے کہ اوپر کی تحقیق سے ظاہر ہے کہ حد شرعی جاری کرانے کے لیے بامید ثواب گواہ بننے کی غرض سے زانی و زانیہ کی شرمگاہ دیکھنا جائز ہے فقط۔ کاتب الحروف کہتا ہے اسی طرح اور تفسیر جلالین اور سراج المنیر میں اگر چہ ایک وجہ سے انگوٹھی۔ مہندی۔ سرمہ۔ منہ ہاتھ اجنبی عورت کا دیکھنا جائز لکھا ہے مگر دوسری وجہ سے حرام لکھا ہے اور اسی وجہ کو ترجیح دی ہے لہذا ثابت ہو گیا کہ روایت جواز کی مرجوح اور ضعیف ہے پھر روایت راجح کے ہوتے ہوئے روایت مرجوح اور ضعیف کا کیا اعتبار شامی کے مطلب رسم المفتی میں ہے۔

فتوٰی دینا قول مرجوح اور ضعیف پر جہالت ہے اور اجماع کی مخالفت۔

بہر حال جملہ کتب فقہ اور تفسیر اور احادیث سے جہاں تک اس مسئلہ میں غور و خوض کیا گیا یہی ثابت ہوتا ہے کہ اجنبیہ غیر محرمہ آزاد عورت کے منہ ہاتھ بلکہ شرمگاہ تک دیکھنے کی اجازت مطلقاً عند الضرورت الشرعیہ ہے اور بلا ضرورت بخوف فتنہ نہ مرد کو عورت کے کسی عضو کے دیکھنے کی اجازت اور نہ عورت کو کسی اجنبی مرد کے کسی عضو کے دیکھنے کی رخصت ہے۔ اور وہ جو تتمہ بحر الرائق کی عبارت بحر الرائق کے نام سے آپ کے حنفی نما غیر مقلد مولوی نے آپ کو دھوکے سے دکھائی ہے فی الواقع وہ تتمہ تصنیف صاحب بحر الرائق کا نہیں ہے۔ اور بعض دوسری کتب فقہ کی ظاہر عبارتوں سے بلا ضرورت مطلقاً بلا شہوت خواہ شہوت کے ساتھ سرسری نظر میں جو نامحرم غیر عورت کے منہ ہاتھ دیکھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اگر بلا اختیار بغیر خواہش اور شہوت دیکھنے کے غیر عورت پر نگاہ پڑ جائے جائز ہے۔ اس پر مواخذہ نہیں نہ یہ کہ بلا ضرورت قصد خواہش اور شہوت کے ساتھ بھی دیکھنا جائز ہے۔ اس واسطے کہ جن آیت اور حدیثوں سے غیر عورت کے منہ

ہاتھ دیکھنے پر استدلال کیا ہے ان میں سے کسی آیت اور حدیث میں بھی دیکھنے ہاتھ منہ کا ذکر نہیں بلکہ فقط اتنا ذکر ہے کہ عورت کو منہ ہاتھ کا کھلا رکھنا جائز ہے۔ چنانچہ حدیث ضعیف حضرت اسماء بنت ابو بکر جو آپ کے حنفی نما غیر مقلد مولوی نے بحوالہ کاذبہ بحر الرائق آپ کو دکھائی ہے وہ اول قابل حجت نہیں اور نہ کسی معتبر فقیہ نے فقط اس سے استدلال پکڑا اگر بایں ہمہ اس کے بھی یہ لفظ ہیں:۔

قال یا اسماء ان المرأۃ اذا بلغت المحیض لم یصلح ان یری منہا الا ھذا و ھذا و اشار الی وجہہ و کفیہ۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماء بنت ابو بکر کو (جو آنحضرت کی سالی تھیں) باریک کپڑے پہنے دیکھ کر فرمایا کہ اے اسماء جب عورت بالغہ ہو جائے تو جائز نہیں ہے کہ اس کے بدن سے سوا منہ ہاتھ کے کوئی عضو دیکھنے میں آئے یعنی کھلا رہے۔

اور جس آیت کریمہ کے ساتھ دوسرے فقہا اور صاحب بحر الرائق نے تمسک کیا وہ یہ ہے ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا۔ (اور نہ ظاہر کریں عورتیں زینت اپنی مگر جو ظاہر ہے) اور بقول بعض ظاہری زینت سے مراد منہ اور ہاتھ ہیں اور بقول بعض محققین صحابہ کے اوپر کے کپڑے یعنی برقع چادر وغیرہ۔ بہر نہج زینت ظاہری سے مراد منہ ہاتھ ہو خواہ لباس ظاہری برقع یا چادر وغیرہ۔ آیہ کریمہ میں اس زینت ظاہری کے کھلا رکھنے کی عورت کو اجازت ہے نہ مردوں کو دکھانے کی اور نہ مردوں کو اس زینت ظاہری کو دیکھنے کی بلکہ احادیث صحیح اور آیات کریمہ سے مرد کو عورت پر نگاہ ڈالنے اور عورت کو مرد پر نگاہ ڈالنے کی سخت ممانعت ثابت ہے۔ چنانچہ سورہ نور کے چوتھے رکوع میں ہے۔

قال اللہ تعالیٰ. قل للمومنین یغضوا من ابصارھم و یحفظوا

فروجهم ذلک ازکی لهم ان الله خبیر بما یصنعون. وقل للمومنات یغضضن من ابصارهن و یحفظن فروجهن ولا یبدین زینتهن الا ما ظهر منها و لیضربن بخمرهن علی جیوبهن ولا یبدین زینتهن الا لبعولتهن او آبائهن او آباء بعولتهن او ابنائهن او بناء بعولتهن او اخوانهن او بنی اخوانهن او بنی اخواتهن او نسائهن او ما ملکت ایمانهن او التابعین غیر اولی الاربة من الرجال او الطفل الذین لم یظهروا علی عورات النساء ولا یضربن بارجلهن لیعلم ما یخفین من زینتهن وتوبوا الی الله جمیعاً ایها المومنون لعلکم تفلحون۔

ترجمہ: اے ہمارے حبیب فرما دیجئے مومنوں کو کہ بند رکھیں وہ آنکھیں اور حفاظت کریں شرمگاہوں اپنی کی یہ بہت پاکیزگی کی بات ہے ان کے لیے بے شک اللہ خبردار ہے ان کے کرتبوں پر اور فرما دیجئے مومن عورتوں کہ بند رکھیں وہ آنکھیں اپنی اور حفاظت کریں شرمگاہوں اپنی کی اور نہ ظاہر کریں بناؤ اپنا مگر جو ظاہر ہے۔ اور چاہیے ڈالے رکھیں اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر اور نہ ظاہر کریں اپنے بناؤ سنگار سوائے اپنے شوہروں کے اور اپنے باپوں اور اپنے شوہروں کے باپوں کے۔ یا اپنے بیٹوں اور شوہروں کے بیٹوں کے اور اپنے بھائی بھتیجے بھانجوں کے یا اپنے ہم مذہب مسلمان نیک چلن عورتوں کے اور اپنے غلاموں کے ایسے ساتھ رہنے والوں کے مردوں اور لڑکوں سے جن کو خواہش کا مادہ نہیں اور وہ عورتوں کی چھپی باتوں (جماع اور بوس وکنار وغیرہ) سے واقف نہیں اور نہ پاؤں مار کر چلیں دھمکے سے تاکہ ان کے زیور کا زیور کی آواز سے علم ہو جائے جس کا ان کو چھپانا ضرور ہے۔ اور تمام ایمان والو اور ایمان والیو توبہ کرو تم سب (اپنی لغزشوں سے) طرف اللہ کی تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اور طحاوی شریف میں مختلف سندوں کے ساتھ مختلف الفاظ سے مروی ہے۔ کما سیجئي یا علی لک الاولی و علیک الثانیه ۔ اے علی پہلی نگاہ جو اچانک کسی عورت پر پڑ جائے وہ تو تم کو معاف اور جو قصداً دوبارہ نگاہ ڈالی تو اس کا وبال و نکال تم پر ثابت ہوگا۔

اسی بنا پر علامہ عصر ملا احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ تفسیر احمدی میں تحریر فرماتے ہیں۔

فی الهداية ولا يجوزان ينظر الرجل الى الاجنبية الا الى وجهها وكفيها لقوله تعالى ولا يبدين زينتهن الا ماظهر منها قال علي و ابن عباس ماظهر منها الكحل والخاتم والمراد مواضعهما و سرور الكلام الى اخره والمقصود انه تمسك بهذه الاية ان لاينظر الرجل الى الاجنبية الا الى وجهها وكفيها ولا يتم ذالك الا بانضمام قمدمة و هى انه لما جوز الله تعالىٰ اظهار الوجه والكف علم انه جوز للناظر الاجنبى النظر اليهما والمذكور فى الآية ماهو من جانب المرأة دون ما هو من جانب الناظر و اين هذا من ذاک ولذالک ترى صاحب البيضاوى لم يجز النظر الى الوجه والكف مع انه تيقن بجواز اظهار الوجه والكف حيث قال وقيل المراد بالزينة مواضعها والمستثنى الوجه والكفان لانها ليست بعورة والاظهر ان هذا فى الصلوة لا فى النظر فان كل بدن العورة عورة لا يحل لغير الزوج والمحارم النظر الى شئ منها الا لضرورة كالمعالجة وتحمل الشهادة هذا كلامه و لا يخفى حسنه۔

ہدایہ میں ہے اور نہیں جائز یہ کہ دیکھے مرد قصدا یا بلا قصد طرف اجنبی عورت کے مگر منہ اور ہتھیلیاں اس کی بسبب فرمان اللہ جلشانہ کے اور نہ ظاہر کریں عورتیں زینت اپنی مگر زینت ظاہری اور حضرت علی اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مراد زینت ظاہری سے سرمہ اور انگوٹھی اور منہ ہاتھ جس میں سرمہ لگاتے ہیں اور انگوٹھی پہنتے ہیں۔ الخ الغرض صاحب ہدایہ نے اس آیۃ سے تمسک

کیا ہے اس امر پر کہ مرد کو اجنبی عورت سے سوا منہ ہاتھ کے دیکھنا جائز نہیں مگر اس آیۃ سے یہ مدعا جب تک ثابت نہیں ہو سکتا جب تک پہلے یہ مقدمہ تسلیم کر لیا جائے۔ کہ اللہ جلشانہ نے جب عورتوں کو منہ ہاتھ کھلے رکھنے کی اجازت دے دی تو ضرور دیکھنے والوں کو اجنبی عورت کے منہ دیکھنے کی بھی اجازت ہوگئی حالانکہ آیۃ کریمہ میں عورت کو فقط منہ ہاتھ کھلے رکھنے کی اجازت ہے۔ دیکھنے والوں کو دیکھنے کی اجازت کا مطلقا ذکر نہیں اس واسطے صاحب تفسیر بیضاوی فرماتے ہیں کسی کو اجنبی عورت کا منہ ہاتھ دیکھنے کو اللہ جلشانہ نے جائز نہیں رکھا باوجودیکہ صاحب بیضاوی کو اس امر کا معنی آیۃ کریمہ سے یقین ہے کہ عورت کو منہ ہاتھ کھلے رکھنا جائز ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ مراد زینت ظاہری سے زینت حاصل کرنے کی جگہ منہ اور ہاتھ ہے اور مستثنیٰ لایبدین زینتھن سے منہ اور ہتھیلیاں ہی ہیں۔ اس واسطے کہ منہ اور ہتھیلیاں عورت نہیں ہیں جن کا چھپانا عورت پر لازم ہو۔ اور ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ منہ ہاتھ کھلے رہنے کی اجازت اور منہ ہاتھ کا عورت واجب الستر نہ ہونا فقط نماز کے اعتبار سے ہے نہ کہ لوگوں کے دیکھنے دکھانے کے اعتبار سے۔ اس واسطے کہ (بموجب حدیث ترمذی شریف المرأة عورة) عورت کا تمام بدن عورت واجب الستر ہے سوا شوہر اور محارم کے بلا ضرورت علاج اور شہادت وغیرہ عورت سے کچھ بھی دیکھنا جائز نہیں فقط"۔ بعد اس کے ملا احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ خوبی تحقیق بیضاوی ظاہر ہے کسی پر مخفی نہیں۔ انتہی

ظاہر کلام ملا احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ سے ہدایہ کی عبارت پر اعتراض سمجھا جاتا ہے اور مضمون بیضاوی شریف کی تحسین مگر یہ فرمانا ملا احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ کا جبھی صحیح ہو سکتا ہے جب عبارت ہدایہ کے یہ معنی لیے جائیں کہ مرد کو عورت کے بدن سے قصداً کسی عضو کا دیکھنا جائز نہیں سوا منہ اور ہتھیلیوں کے اور اگر یہ معنی لیے

جائیں کہ بلا قصد اچانک بھی جائز نہیں ہے اجنبی مرد کو اجنبیہ عورت کی کسی عضو کا دیکھنا سوائے منہ اور ہتھیلیوں کے لہذا بلا قصد اگر ہاتھ منہ کسی عورت پر نظر پڑ جائے تو معاف ہے۔ لہذا علامہ بیضاوی اور دوسرے مفسرین اور صاحب ہدایہ وغیرہ کی عبارت میں کچھ بھی اختلاف نہ رہے گا۔ چنانچہ علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ نے بحر الرائق میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ تتمہ بحر الرائق میں علامہ محمد ابن حسین تحریر فرماتے ہیں۔ قال صاحب الكنز رحمه الله ولا ينظر الى غير وجه الحرة و كفيها قال الشارح زين الدين ابن نجيم فى البحر الرائق وهذا الكلام فيها خلل لانه يودى الى انه لا ينظر الى شى من الاشياء الا الى وجه الحرة و كفيها فتكون تحريضا الى النظر الى هذين العضوين و الى ترك النظر الى كل شى سواهما۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ اگر نگاہ اتفاقیہ پڑ جائے تو جائز ہے اس پر مواخذہ نہیں نہ یہ کہ قصداً نگاہ اجنبی پر ڈالنے کی طرف ارادہ کیا جاتا ہے۔ اب اس تقدیر پر یہ معنی کے مطابق ہو جائے گی ان احادیث مذکورہ طحاوی شریف کے بھی جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے باسانید مختلفہ اور حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے طحاوی شریف میں منقول ہیں۔ اور نیز دیگر احادیث صحیحہ صحاح ستہ بلکہ صحیحین کے دیکھو جلد اول طحاوی شریف میں ہے۔

عن علی رضى الله عنه قال ان النبى صلى الله عليه وسلم قال له ياعلى ان لك كنزا فى الجنة وانك ذوقرنيهما فلا تتبع النظرة النظرة فانما لك الاولى وليست لك الآخرة و فى رواية عنه ليست لك الثانية. و عن جرير رضى الله عنه قال سالت رسول الله ﷺ عن نظر الفجاءة قال اصرف بصرك و فى رواية عن على كرم الله وجهه النظرة الاولىٰ لك والآخرة عليك۔

علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے علی تمہارے لیے جنت میں خزانہ ہے اور بے شک ادھر تک مالک جنت ہو۔ پس اگر تمہاری نظر اچانک کسی عورت پر پڑ جائے قصداً اس کے بعد دوبارہ نہ دیکھو پہلی نظر تم کو معاف نہ کہ پچھلی اور ایک روایت میں ہے نہ کہ دوسری نظر اور حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور سے پوچھا کہ اچانک بے اختیار اگر کسی عورت پر نگاہ پڑ جائے تو کیا مواخذہ ہوگا۔ فرمایا نہیں فوراً نگاہ اس طرف سے پھیر لے۔ (یہ ترجمہ بغرض سمجھانے عوام کے وضاحت سے مع مطلب کیا گیا ہے)۔ اور ایک روایت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پہلی نگاہ تمہاری ہے یعنی معاف ہے اور دوسری تمہارے اوپر موجب وبال ونکال ہے۔ اور مویدیان احادیث کی احادیث صحیحین آگے بیان کی جائیں گی انشاء اللہ۔

اور اگر بعض عبارات کتب فقہ ہدایہ وغیرہ کے یہی معنی مراد لیے جائیں کہ قصداً بھی اجنبیہ عورت کے منہ اور ہتھیلیوں کو اور پہنچوں کو مع زیور و بلا زیور دیکھنا جائز ہے تب بھی یہ جواز ہدایہ وغیرہ کتب فقہ میں مقید ہے اس امر کے ساتھ کہ خیال بد اور حرام کے ساتھ نہ دیکھے۔ ورنہ بالاتفاق خیال بد کے ساتھ منہ اور ہاتھ پاؤں اور اس کے ظاہری کپڑوں کی طرف بھی دیکھنا بالاتفاق حرام ہے۔ چنانچہ ہدایہ ہی میں ہے۔

ان كان لايأمن الشهوة لاينظر الى وجهها الا لحاجة لقوله عليه الصلوة والسلام من نظر الى محاسن امرأة اجنبية عن شهوة صب فى عينه الآنك و فى الشامى و شرط لحل النظر اليها الا من بطريق اليقين عن الشهوة۔

ترجمہ: اگر شہوت سے امن نہ ہو عورت کے منہ کو بھی نہ دیکھے مگر بوقت حاجت ضروری (مثلاً علاج یا شہادت وغیرہ کے لیے) بحسب فرمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ جس نے اجنبی عورت کا حسن وجمال بنظر شہوت دیکھا جہنم کا سیسہ (سکہ) اس کی آنکھوں میں ڈالا جائے گا۔ اور شامی میں ہے عورت کی طرف دیکھنے کا جواز تب ہے کہ شہوت سے امن یقینی ہو۔

اور دونوں شرح ہدایہ (فتح القدیر اور کفایہ) میں ہے۔

وحديث عائشة رضي الله عنها اخرجه ابو دائود و ابن ماجة قالت كان الركبان يمرون بنا و نحن مع رسول الله ﷺ محرمات فاذا حاذونا سدلت احدانا جلبابها من راسها على وجهها فاذا جاوزونا كشفناه قالوا والمستحب ان تسدل على وجهها شيئا (في الاحرام) و تجافيه و قد جعلو الذالك اعواداً كالقبة توضع على الوجه و يسدل فوقها الثوب و دلت المسئلة على ان المرأة منهية عن ابداء وجهها للاجانب بلا ضرورة و كذا دل الحديث عليه۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ابوداؤد اور ابن ماجہ نے یوں روایت کی ہے کہ آپ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) نے فرمایا کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ احرام باندھے ہوئے ہوتی تھیں تو سوار ہمارے پاس سے گزرتے تھے پھر جب بالمقابل آتے وہ ہمارے تو ہم میں سے ہر ایک اپنی اپنی چادر سر سے منہ پر ڈال لیتی پس جب وہ ہم سے گزر جاتے تو منہ کھول لیتیں۔ شارحین کہتے ہیں کہ عورت کے لیے یہ امر مستحب ہے کہ بوقت احرام اپنے منہ پر کوئی کپڑا ڈال رکھے اور ڈھانک رکھے۔۔۔۔۔ اور یہ مسئلہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ عورت بلا ضرورت اپنا منہ اجنبی (غیر محرم) مردوں کے سامنے کرنے سے منع

کی گئی ہے اور ایسے ہی حدیث شریف بھی اسی امر پر دلالت کرتی ہے۔

اور جب شہوت سے یقیناً امن ہو اس وقت بھی منہ اور ہاتھ دیکھنا عورت اجنبیہ کا علاوہ ذی رحم محرموں کے ان قریب کے رشتہ داروں کو جائز ہے نہ کہ عام لوگوں کو جو ذی رحم محرم نہ ہوں۔ یعنی یہ عورت ان پر حرام نہ ہو۔ مگر بوجہ نزدیکی رشتہ اور کثرت آمد ورفت ان لوگوں کے گھر میں مثل دیور جیٹھ وغیرہ کے منہ ہاتھ چھپانے میں سخت تکلیف اور وقت دینے لینے آپس کی چیزوں کے کاروبار خانگی میں حرج واقعہ ہو۔ بلکہ پکانا کھانا دشوار ہو جائے۔ خصوصاً ایسے غریب لوگوں کو جو باہم باپ دادا کے وقت سے ایک مختصر سے مکان میں بذریعہ میراث شرکت رکھتے ہوں۔ اور وہ رشتہ دار جو عورت کے ذی رحم محرم ہوں یعنی یہ عورت ان پر حرام ہو جیسے باپ بھائی۔ بھتیجے۔ بھانجے وغیرہم ان کو تو ننگے سر بیٹھی ہوئی کہ دیکھنا بھی درست ہے اور ثبوت اس امر کا آیۂ کریمہ مذکورہ سورہ نور سے پہلے گزر چکا اور نامحرم قریب کے رشتہ داروں کے تصریح امام علامہ ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ کے بیان سے ظاہر ہے جو مجتہدین فی المذہب سے شمار کئے گئے ہیں اور فقہاء مرجحین سے ہونے میں تو کوئی کلام ہی نہیں کرسکتا امام ممدوح باب الحجاب شرح معانی الآثار میں عورتوں کے پردے کی تمام احادیث متعارضہ اور مختلف اقوال فقہا لکھ کر آخر میں بموجب اپنی عادت کے مسلک امام اعظم رحمہ اللہ کو عقلاً ونقلاً تمام اقوال پر ترجیح دے کر اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

فرأينا ذا الرحم لا بأس اينظر الى المرأة التي هو لها محرم الى وجهها وصدرها و شعرها و مادون ركبتيها و رأينا القريب منها ينظر الى وجهها و كفيها فقط۔

"ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن وحدیث سے بالاتفاق ثابت ہے کہ ذی رحم محرم کو

یعنی ان رشتہ داروں کو جن پر عورت حرام ہو عورت کا منہ سینہ بال اور گھٹنے سے نیچے کا بدن یعنی پنڈلی بھی دیکھنا جائز ہے اور ان نزدیکیوں کو جن پر وہ عورت حلال ہو فقط منہ اور ہتھیلیوں کا دیکھنا۔'' فقط

بہرنہج ذی رحم محرم کو بال اور سینہ تک کا دیکھنا اور قریب کے رشتہ داروں کو منہ ہاتھ بقدر دفع حرج اور تنگی کے دیکھنا جائز ہے نہ کہ مطلقا جیسے کہ جان کے ضائع جانے کے بقدر ضرورت سور کھانا جائز ہے نہ کہ مطلقا۔ چنانچہ اشباہ والنظائر میں ہے۔

المشقة تجلب التيسير والاصل فيها قوله تعالىٰ يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر وقوله تعالىٰ و ماجعل عليكم في الدين من حرج. و في الحديث احب الدين الى الله الحنيفية السمحة قال العلماء فيخرج على هذه القاعدة جميع رخص و تخفيفاة ثم قال من جملة امثلة و منه اباحة النظر للطبيب والشاهد و عند الخطبة۔

''جب امر میں مشقت اور تکلیف مالا یطاق ہو شریعت نے آسانی کے طریق رکھے ہیں بسبب فرمان اللہ جلشانہ کے۔ ارادہ کرتا ہے ساتھ تمہارے اللہ آسانی کا نہ کہ تنگی کا اور نہیں کی اللہ نے بیچ دین کے تنگی۔ اور حدیث میں ہے زیادہ پیارا دین اللہ کے ہاں سیدھا اور آسان ہے'' علماء فرماتے ہیں اس قاعدہ سے تمام رخصتیں و آسانیاں ماخوذ ہیں منجملہ بہت سی مثالوں تخفیف دینی کے فرماتے ہیں یہ امور بھی ہیں کہ طبیب کو بغرض علاج عورت اجنبیہ سے اتنی جگہ بدن کی دیکھنا جائز ہے جس کے دیکھے بغیر علاج ناممکن ہو۔ اور شاہد کو بغرض شہادت اور منگنی کرنے والے مرد کو بد منگنی کے اپنی مخطوبہ یعنی منگیتر کے منہ کو''

اور بدائع الصنائع میں ہے۔

انما يحل النظر الى مواضع الزينة الظاهرة منها من غير شهوة فاما من شهوة فلاتحل لقوله عليه السلام العينان تزنيان وليس زنا العين الا النظر عن شهوة ولا النظر عن شهوة سبب الوقوع في الحرام فيكون حراما الافي حالته الضرورة بان دعي الى شهادة او كان حاكما فارا دان ينظر اليها ليجيز اقرارها عليها بأس ان ينظر الى وجهها و ان كان لو نظر اليها لا شتهي او كان اكبر رأيه ذالك لان الحرمات قد يسقط إعتبارها لمكان الضرورة الاترىٰ انه رخص النظر الى عين الفرج على قصد اقامة حسبة الشهادة على الزنا و معلوم ان النظر الى الفرج في الحرمة فوق النظر الى الوجه ومع ذالك سقطت حرمة لمكان الضرورة فهذا اولىٰ و كذا اذا ارادان يتزوج امرأة فلا بأس ان ينظر الى وجهها و ان كان عن شهوة لان النكاح بعد تقدم النظر ادل على الالفة والموافقة الداعية الى تحصيل المقاصد على ماقال النبى ﷺ للمغيرة للنظر الى وجه المخطوبة وعلله بكونه و سيلة الى الالفة و اما المرأة فلا تحل لها النظر من الرجل الاجنبى مابين السرة الى الركبة ولا بأس ان تنظر الى ماسوى ذالك اذا كانت تأمن على نفسها۔

''بے شک حلال ہے اجنبی عورت کی ظاہری زینت (منہ ہاتھ برقع وغیرہ) کا دیکھنا بغیر شہوت کے اور شہوت کے ساتھ ہرگز جائز نہیں بسبب فرمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو فرمایا ہے کہ مردوں کی آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں اور آنکھوں کا زنا شہوت کے ساتھ دیکھنے کے سوا کچھ نہیں پھر نظر شہوت ہی زنا کا سبب ہو جاتی ہے لہذا عورت کا منہ ہاتھ دیکھنا حرام ہوا مگر بضرورت جیسے حاکم کو بغرض نفاذ حکم

اور گواہ کو بغرض ادا شہادت اجنبی عورت کا منہ دیکھنے میں کوئی ڈر نہیں اگرچہ دیکھنے سے شہوت کا یقین ہو یا غالب گمان شہوت کا ہو۔ اس واسطے کہ حرمت کا اعتبار وقت ضرورت کے (بموجب قاعدہ مذکورہ اشباہ والنظائر) ساقط ہو جاتا ہے کیا بامید حاصل کرنے ثواب حد شرعی قائم کرانے کے (تاکہ زنا کرنا لوگ چھوڑ دیں۔) زانی زانیہ کی شرمگاہوں کا عین زنا کے وقت دیکھنا ناجائز نہیں ہے۔ حالانکہ عورت کا منہ دیکھنے کی بہ نسبت شرمگاہوں کا دیکھنا سخت حرام ہے مگر بوجہ ضرورت دینی حرمت ساقط ہوگئی تو عند الضرورت عورت کا منہ دیکھنے کی حرمت بہت بہتر ہے کہ ساقط ہو جائے ایسی ہی نکاح کرنے کی غرض سے بامید موافقت قائم رہنے کے بعد از نکاح منگنی کے بعد عورت مخطوبہ یعنی منگیتر کا منہ دیکھنا جائز ہے۔ گو دیکھنے سے شہوت پیدا ہو یعنی دوبارہ دیکھنے کو جی چاہے۔ (تاکہ بغیر دیکھے نکاح کر لینے پر اگر بدشکل یا بیمار نکلے تو مقاصد نکاح جو باہمی الفت اور موافقت ہے فوت نہ ہوں اس واسطے کہ حضرت مغیرہ کو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مخطوبہ کا منہ دیکھنے کی اجازت فرمائی تھی اور وجہ اس کی یہی بیان فرمائی کہ دیکھ کر نکاح کرنا وسیلہ ہے ہمیشہ محبت قائم رہنے کا۔ البتہ عورت کو مرد اجنبی کا تمام بدن سوا ناف سے گھٹنے تک اگر یقیناً شہوت کا خوف نہ ہو جائز ہے۔" انتہی ترجمہ)

اور اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حبشیوں کا پٹے کا کھیل دکھلایا تھا تاکہ دیکھ کر اس فن کو سیکھ لیں اور اگر ایسا موقعہ آ پڑے تو کافروں سے جان بچالیں۔ یہ بات نہ تھی کہ حبشیوں کا منہ دکھانا بشہوت مقصود تھا (نعوذ باللہ منہا) اور ظاہر ہے کہ حبشیوں کا منہ دیکھنے کو کس کا جی چاہتا ہے بدشکل کے دیکھنے کو تو بالطبع کسی کی خواہش ہی نہیں ہوتی چنانچہ علامہ عینی حنفی نے شرح بخاری میں اور علامہ نووی شافعی نے شرح مسلم میں ایسا ہی لکھا ہے۔ اور

جہاد کے موقعہ پر تو ظاہر ہے کہ مردوں کو عورتوں کے منہ کی طرف قصداً شہوت کے ساتھ دیکھنے کا موقعہ ہی نہیں ہوتا۔ اور عورتیں اگر مردوں کا منہ دیکھ لیں تو جائز ہی ہے اس واسطے ایسے موقعہ پریشانی میں شہوت کا تو وہم بھی نہیں ہو سکتا۔ البتہ وقت آسائش اور گمان شہوت بغرض دفع حرج اور تکلیف مالا یطاق کے اگرچہ قریب کے رشتے داروں (جیٹھ دیوروں وغیرہ) غیر ذی رحم محرم کو بضرورت منہ ہاتھ دیکھنے کی اجازت دے دی گئی۔ مگر اتنا ڈرا دیا کہ ایمان دار عورت حتی المقدور جہاں تک ممکن ہو حسب طاقت اس طرح گھر میں کبھی نہ رہے کہ کوئی جیٹھ دیور وغیرہ منہ ہاتھ دیکھ سکے۔ باب النظر الی المخطوبۃ مشکوۃ شریف میں ہے۔

عن عقبہ بن عامر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایاکم والدخول علی النساء فقال رجل یارسول اللہ ارایت الحمو قال الحمو الموت۔ رواہ البخاری والمسلم۔

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دور رکھو تم اپنے آپ کو نامحرم عورتوں کے گھر داخل ہونے سے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ جیٹھ دیور وغیرہ عورت کے خاوند کے رشتہ داروں کو بھی یہی حکم ہے۔ فرمایا وہ تو موت ہیں۔

اشعۃ اللمعات میں ہے۔ یعنی جیٹھ دیور وغیرہ خاوند کے رشتہ داروں کا فتنہ تو سب سے زیادہ ہے بسبب کثرت آمد و رفت ان لوگوں کے گھر میں اور زنا پر قوت پاسکنے کے بسہولت۔ یہ حدیث بخاری شریف اور مسلم شریف کی ہے۔

عن جریر بن عبد اللہ قال سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نظر الفجاء ۃ فامرنی ان اصرف وجھی۔ وعن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان المراۃ تقبل فی صورۃ شیطان و تدبر فی

صورة شيطان اذا احد كم اعجبة المرأة توقعت في قلبه فليعمد الى امرأته فان ذالك يرد ما في نفسه رواهما مسلم۔

اور حضرت جریرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر اچانک میری نگاہ کسی عورت پر پڑ جائے فرمایا فوراً منہ پھیر لے۔ جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بے شک عورت صورت میں شیطان کے آتی جاتی ہے لہذا جب کسی کو بے اختیار نظر پڑنے سے کوئی عورت پسند آئے اور دل میں برا وسوسہ پیدا ہو تو چاہیے کہ اپنی بیوی سے ہم بستر ہو لے۔ تو وہ وسوسہ جاتا رہے گا۔ دونوں حدیثیں مسلم کی ہیں۔

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا یہ تحقیق اس تقدیر پر ہے کہ مراد زینت ظاہری سے منہ اور ہاتھ لیے جائیں۔ اور اگر مذہب حضرت حسن بصری اور حضرت عبداللہ بن مسعود رحمہما اللہ کو معتبر سمجھا جائے جو فقاہت میں استاد ہیں حضرت علقمہ اور اسود رحمہما اللہ کے اور وہ دونوں حضرت حماد کے اور وہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تو پھر قصداً اور بلا قصد اجنبیہ پر نظر ڈالنے کی بحث کی چنداں ضرورت ہی نہیں اس واسطے کہ برقع اور چادر وغیرہ اوپر کے کپڑوں میں جب عورت چھپی ہو وہ تو اس طرح ہے جیسے مکان میں چھپی بیٹھی ہے۔ دیکھو علامہ ابن جریرؒ اپنی تفسیر میں اول حضرت حسن بصری اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا مذہب نقل فرماتے ہیں۔

عن ابن مسعود رضى الله عنه قال الزينة زينتان فالظاهرة منها الثياب وما خفى الخلخا لان والقرطان والسوا ران. و بسند آخر عنه انه قال و لا يبدين زينتهن الا ما ظهر منها قال هى الثياب و هكذا عنه بخمس اسانيد و بسند آخر عن الحسن فى قوله الا ما ظهر منها قال

الثياب و فى رواية قال ابو اسحاق الاترى انه قال خذوا زينتكم عند كل مسجد وقال آخرون الظاهر من الزينة التى ابيح لها ان تبديه الكحل والخاتم والسوا ران والوجه۔

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں زینت دو قسم کی ہوتی ہے (۱) زینت ظاہری۔ یعنی اوپر کے کپڑے (برقع چادر وغیرہ) ہے۔ اور (۲) زینت پوشیدہ ہے۔ یعنی پازیب۔ بالیاں کنگن وغیرہ۔ اسی طرح پانچ سندوں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہی مضمون ثابت ہے۔ اور دوسری سند سے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے اور ابو اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زینت ظاہری سے کپڑے مراد لینے پر دلیل ظاہر یہ دوسری آیت ہے۔ خذوا زينتكم عند كل مسجد اس کے معنی جمہور کے نزدیک یہی ہیں کہ نماز کے وقت ہر مرد عورت پر لازم ہے کہ زینت حاصل کر لیں یعنی جو میسر ہوں سب کپڑے پہن کر نماز پڑھیں۔ اور ان کے علاوہ بعض دوسرے مفسر تابعیوں کا قول ہے کہ مراد ظاہری زینت سے اس آیت میں جس کے ظاہر کرنے کی عورتوں کو رخصت ہے۔ سرمہ انگوٹھی کنگن اور منہ ہے۔"

اور اسی مسلک کی جو حضرت حسن بصری اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ آیہ کریمہ ولا يبدين زينتهن الا ما ظهر منها میں زینت ظاہری سے مراد آزاد عورتوں کے حق میں اوپر کے کپڑے چادر اور برقع وغیرہ ہیں جن کے چھپانے میں حرج عظیم ہے۔ خصوصاً گھر کے نامحرموں جیٹھ دیور وغیرہ سے۔ اور ان کپڑوں میں عورت مثل مکان میں چھپی رہنے کے چھپی رہتی ہے نہ کہ منہ اور ہاتھ۔ یہ بہت سی احادیث ہیں جن کے حسن ہونے میں تو بوجہ کثرت طرق شک ہی نہیں۔ مگر ان میں بعض صحیح بھی ہیں اور باتفاق حسن مثل صحیح کی واجب العمل

ہوتی ہے اور نیز یہ آیہ کریمہ جس کے تحت میں علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں ان احادیث کو نقل کیا ہے دیکھو تفسیر درمنثور تحت قولہ تعالیٰ۔

یآایھا النبی قل لا زواجک و بناتک ونساء المومنین یدنین علیھن من جلابیبھن ذلک ادنی ان یعرفن ولا یوذین و کان اللہ غفوراً رحیماً۔

اے نبی فرما دیجئے اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو اور مومنوں کی بیویوں کو کہ جھکا لیں وہ اپنی چادروں کو یہ نزدیک زیادہ ہے اس سے کہ پہچان لی جائیں کہ یہ آزاد عورتیں ہیں۔ اور ایذا نہ پہنچائی جائیں۔

۱۔ اخرج ابن سعد عن محمد بن کعب القرظی رضی اللہ عنہ قال کان رجل من المنافقین یعرض نساء المومنین لیوذیھن فاذا قیل لہ قال کنت احسبھا امتہ فامرھن اللہ تعالیٰ ان یخالفن ذی الاماء و یدنین علیھن من جلابیبھن تخمرو جھھا الا احد عینیھا ذلک ادنی ان یعرفن یقول ذالک احری ان یعرفن۔

۱۔ ابن سعد نے محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے کہ منافقوں میں سے ایک شخص مسلمانوں کی عورتوں کو چھیڑا کرتا تھا اور انہیں ایذا دیتا تھا۔ جب اس سے کہا گیا کہ تو نے کیوں چھیڑا تو اس نے کہا کہ میں نے لونڈی سمجھا تھا۔ پس حکم کیا ان کو اللہ تعالیٰ نے کہ لونڈیوں کی ہیئت کے مخالف رہیں اور جھکا لیں وہ اپنی چادروں کو اپنے اوپر تا کہ چہرا چھپ جائے مگر ایک آنکھ کھلی رہے یہ زیادہ نزدیک ہے اس سے کہ پہچانی جائیں آزاد عورتیں لونڈیوں سے۔

۲۔ و اخرج ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابن مردویۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنھما فی ھذہ الآیۃ قال امر اللہ نسآء المؤمنات اذا

خرجن من بیوتھن فی حاجۃ ان یغطین وجوھھن من فوق رؤسھن بجلابیب و یبدین عینا واحدۃ۔

۲۔ امام ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ رضی اللہ عنہم نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے تخریج کی کہ حضرت ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مومنہ عورتوں کو حکم دیا۔ کہ جب کسی حاجت کے لیے گھر سے نکلیں تو اپنے چہروں کو ڈھانک لیں سر کے اوپر سے چادروں کے ساتھ اور ایک آنکھ ظاہر کریں

۳۔ و اخرج عبد الرزاق و عبد بن حمید و ابو داؤد و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ عن ام سلمۃ قالت لما نزلت ھذہ الآیۃ یدنین علیھن من جلابیبھن و خرجن نساء الانصار کان علی رؤسھن الغربان من اکسیۃ سود یلبسنھا۔

۳۔ اور عبدالرزاق اور عبد بن حمید اور ابو داؤد اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے تخریج فرماتے ہیں کہ جب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی کہ جھکا لیں وہ اپنے اوپر اپنی چادریں نکلتی تھیں انصار کی عورتیں اس حالت میں کہ گویا ان کے سروں پر کوے ہیں ان کی کالی چادروں کی وجہ سے جو اوڑھا کرتی تھیں۔

۴۔ و اخرج ابن مردویہ عن عائشۃ رضی اللہ عنھا قالت رحم اللہ نساء الانصار لما نزلت یا ایھا النبی قل لا زواجک و بناتک و نسآء المومنین الآیۃ شققن مروطھن فاعتجرن بھا فصلین خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان علی رؤسھن الغربان۔

۴۔ ابن مردویہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تخریج کرتے ہیں کہ فرمایا

آپ نے کہ اللہ تعالیٰ۔ انصار کی عورتوں پر رحم فرمائی جب یہ آیۃ یا ایھا النبی آخر تک نازل ہوئی تو انصار کی عورتیں اپنی چادریں پھاڑتیں اور ان کے ساتھ روپوش بنالیا کرتی تھیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتی تھیں یہ معلوم ہوتا تھا گویا ان کے سروں پر کوے ہیں۔

۵. و اخرج الفریابی و عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم عن محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ قال سالت عبیدۃ رضی اللہ عنہ عن ھذہ الآیۃ یدنین علیھن من جلابیبھن فرفع ملحفۃ کانت علیہ فقنع و غطی رأسہ کلہ حتی بلغ الحاجبین وغط و جھہ و اخرج عینہ الیسری من شق و جھہ الایسر ممایلی العین۔

۵۔ اور فریابی اور عبد بن حمید اور ابن جریر اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ سے تخریج کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے عبیدہ سے یدنین علیھن کی تفسیر دریافت کی تو اپنی چادر کو اٹھایا جو ان پر تھی اور مقنع ڈالا اور سر کو ڈھانک لیا یہاں تک کہ چادر ابرو تک پہنچی اور اپنا چہرہ ڈھانک لیا اور اپنی بائیں آنکھ بائیں جانب سے چہرے کے نکالی۔

۶۔ و اخرج ابن ابی حاتم عن سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فی قولہ یدنین علیھن من جلابیبھن قال یسدلن علیھن جلابیبھن من ھو القناع فوق الخمار و لا یحل لمسلمۃ ان یراھا غریب الا ان یکون علیھا القناع فوق الخمار و قد شدت بہ راسھا و نحرھا۔

ترجمہ: ابن ابی حاتم سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے آیہ کریمہ یدنین علیھن کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ جھکالیں اپنے اوپر چادریں اور جلابیب سے مراد وہ مقنع ہے جو اوڑھنی کے اوپر ہوتا ہے۔ اور نہیں حلال کسی مسلمان عورت کو یہ کہ

دیکھے اس کو اجنبی مگر یہ کہ ہو اس پر مقنع اوڑھنی پر اور اس کے ساتھ سر اور سینہ کو باندھا ہوا ہو۔

۷۔ و اخرج ابن المنذر عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فی قولہ تعالیٰ یدنین علیھن من جلابیبھن قال ھو الرداء۔

۷۔ اور مسند ابن منذر میں ہے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیچ تفسیر آیہ کریمہ یدنین علیھن من جلابیبھن کہ مراد جلباب سے چادر ہے۔

اور اسی مضمون کی احادیث ابو مالک اور ابو صالح اور ابو قلابہ ابن شہاب اور کلبی اور معاویہ بن قرہ اور ابن عباس اور امام حسن اور سدی اور عکرمہ اور عبد اللہ بن مسعود اور مجاہد اور محمد بن سیرین۔ صحابہ کرام اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے تفسیر آیہ کریمہ مذکورہ میں روایتیں منقول ہیں جو گیارہ احادیث ہیں مگر بغرض اختصار یہاں درج نہیں کی گئیں۔

مگر بایں ہمہ ماظہر منہا سے مراد منہ ہاتھ ہوں خواہ برقع وغیرہ۔ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی رحمتہ اللہ علیہ باب الامامۃ اپنی کتاب بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

ولا یحضرن الجماعات لقولہ تعالیٰ وقرن فی بیوتکن وقال صلی اللہ علیہ وسلم صلوتھا فی قعر بیتھا افضل من صلوتھا فی صحن دارھا و صلوتھا فی صحن دارھا افضل من صلوتھا فی مسجد ھا و بیوتھن خیر لھن ولانہ لا یؤمن الفتنۃ من خروجھن اطلقہ فشمل الشابۃ والعجوز والصلوۃ النھاریۃ واللیلۃ. قال المصنف (صاحب الکنز الدقائق) فی الکافی والفتوی الیوم علی الکراھۃ فی الصلوات کلھا لظھور الفساد و متی کرہ حضور المسجد للصلوۃ فلان یکرہ

حضور مجلس الوعظ خصوصا عند هؤلاء الجهال الذين تحلوا بحلیلة العلماء اولی ذکره فخر الاسلام و فی فتح القدیر المعتمد منع الکل فی الکل الا العجائز المتفانیة فیما ظهر لی دون العجائز المتبرجات و ذوات الرمق۔

ترجمہ: اور عورتیں جمعہ جماعت میں بھی مردوں کے مجمعوں میں نہ آئیں بسبب فرمان اللہ جلشانہ کے ''اور قرار پکڑو تم اے بی بیو اپنے گھروں میں۔'' اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عورتوں کی اپنی خوابگاہوں میں بہتر ہے اپنی انگنائی میں پڑھنے سے اور اپنی انگنائی میں بہتر ہے مسجد میں پڑھنے سے اور خوابگاہیں ان کی بہتر ہیں ان کے لیے اور اسی لیے کہ ان کے نکلنے میں فتنہ سے بے خوفی نہیں ہوتی۔ اور چونکہ کنز میں مطلقاً ممانعت ہے لہذا یہ ممانعت شامل ہے جوان اور بڑھیا عورتوں کو دن رات کی نمازوں میں۔ علامہ ابو البرکات عمر و نسفی مولف کنز کافی میں فرماتے ہیں۔ فی زمانہ فتویٰ اس پر ہے کہ پانچوں وقت کی کل نمازوں میں عورتوں کو جماعت کے لیے نکلنا مکروہ تحریمہ ہے بہ سبب پھیلنے فساد کے یعنی فسق و فجور کے مردوں میں۔ اور جب مسجد میں حاضر ہونے کی ممانعت ہے تو وعظ کی مجلس میں (اس طرح مردوں اور عورتوں کو اختلاط کے ساتھ جیسے عروس اور میلوں میں ہوتا ہے) حاضر ہونے سے زیادہ اولیٰ ہے کہ ممانعت کی جائے۔ خصوصاً ایسے جاہلوں کے جلسوں سے جو علم دین سے بالکل جاہل اور مولویوں کے لباس میں ظاہر ہو کر خواہشات نفسانی کے پھندے اور جال بچھاتے ہیں (جیسے ہمارے زمانہ کے لیڈر اور ان کے کاسہ لیس خلافتی مولوی)۔ اس مضمون کو امام فخر الاسلام نے بیان کیا ہے اور فتح القدیر میں امام ابن الہمام اپنے زمانے کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔ میرے نزدیک قابل اعتماد یہی ہے کہ کل نمازوں میں جوان

اور بوڑھی عورتوں کو جماعت میں آنے سے روکا جائے جو زیب و زینت سے مساجد میں آتی ہیں۔ ہاں ان کا مضائقہ نہیں جو پیر فانی یعنی بہت ضعیف ہو کر مرنے کے کنارے جا لگی ہوں۔ (انتہیٰ ترجمہ عبارت البحر)

اور فتح القدیر میں علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ شرح عبارت ہدایہ ویکرہ لھن حضور الجماعات یعنی الشواب میں بعد رد و قدح اور توفیق و تطبیق احادیث مختلفہ اور اقوال آئمہ آخر میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ جو ہدایہ میں ہے کہ جوان عورتیں امام اور صاحبین سب کے نزدیک مسجد میں جماعت کے لیے آنے سے روکی جائیں مگر بوڑھی عورتیں دن میں نہ روکی جائیں بخلاف رات کے اس واسطے کہ فاسق رات کو سو جاتے ہیں اور شرارت کا موقع نہیں پاتے۔

وعلی هذا ینبغی علی قول ابیحنیفة رحمه الله تفریع منع العجائز لیلا ایضا بخلاف الصبح فان الغالب نومهم فی وقته بل عمم المتاخرون منع العجائز والشواب فی الصلوات کلها لغلبة الفساق فی سائر الاوقات۔

''اس قاعدہ پر بموجب قول امام اعظم رحمہ اللہ یہ فتویٰ دینا مناسب ہے کہ رات کو بھی بوڑھیوں کو جماعت سے روکا جائے صبح کا مضائقہ نہیں کہ اس وقت فاسق اکثر سوتے رہتے ہیں۔ اور متاخرین فقہاء تو دن رات کی تمام نمازوں میں جوان و بوڑھی عورتوں کو شرکت جماعت سے مطلقاً روکنے کا فتویٰ دیتے تھے۔ بسبب غلبہ فاسقوں کے تمام وقتوں میں۔''

اور اسی عبارت ہدایہ کی شرح میں صاحب غایہ علامہ امام اکمل الدین تحریر فرماتے ہیں۔

کانت النساء یباح لھن الخروج الی الصلوات ثم لما صار سببا

للوقوع فی الفتنة منعن عن ذالک جاء فی التفسیران قوله تعالیٰ ولقد علمنا المستقدمین منکم ولقد علمنا المستاخرین نزلت فی شان النسوة حیث کان المنافقون یتاخرون للاطلاع علی عوراتهن ولقد نهی عمر النساء عن الخروج الی المساجد فشکون الیٰ عائشة رضی الله عنها فقالت لو علم النبی صلی الله علیه وسلم ماعلم عمر رضی الله عنه ماأذن لکن فی الخروج فاحتج به علمائنا و منعوا لاشواب۔

''اول عورتوں کونمازوں کے لیے پانچوں وقت مسجد میں آنا جائز تھا پھر جب خوف فتنے کا زیادہ ہوا (یعنی زنا بکثرت ہونے لگا) جوان و بوڑھی سب عورتیں نکلنے سے روک دی گئیں۔ اسی صورت سے تفسیر آیہ کریمہ لقد علمنا المستقدمین منکم ولقد علمنا المستاخرین میں (یعنی ہم نے جان لیا تم سے پہلے پیچھے آنے والوں کو) لکھا ہے کہ یہ آیہ عورتوں کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ جب منافق عورتوں کے گھورنے تاکنے کونماز میں تاخیر سے آنے لگے اور جب عمر رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو مسجدوں سے روکا۔ انھوں نے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے آکر شکایت کی۔ آپ نے فرمایا اگر حضور اس امر کو اپنے زمانے میں جانتے جو عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے والوں سے جانا ہے تو کبھی تم کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہ دیتے اس سے تمسک کر کے ہمارے علماء نے منع فرمایا۔''

اب سنئے احادیث صحیح بخاری شریف جو موید ہیں ہماری اس جملہ تحقیق کی۔

بخاری شریف: عن عبد الله ابن عباس رضی الله عنه قال کان الفضل ردیف النبی صلی الله علیه وسلم فجائت امرأة من خثعم فجعل الفضل ینظر الیها و تنظر الیه فجعل النبی صلی الله علیه وسلم

یصرف وجه الفضل الی الشق الآخر۔الخ

ترجمہ: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میرے بھائی فضل حضور کے ساتھ سوار تھے اتفاقاً جوایک عورت قبیلہ خثعم کی آنکلی۔ فضل اس کی طرف دیکھنے لگے اور وہ فضل کی طرف۔ یہ دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف دیکھنے سے حضرت فضل کے منہ کو پھیرتے تھے۔

عن عائشة قالت کان عتبة بن ابی وقاص عهد الی اخیه سعد بن ابی وقاص ان ابن ولیدة زمعة منی فاقبضه قال فلما کان عام الفتح اخذه سعد بن ابی وقاص وقال ابن اخی قد عهد الی فیه فقام عبد ابن زمعة فقال اخی و ابن ولیدة ابی ولد علی فراشه فتسا وقا الی النبی صلی الله علیه وسلم فقال النبی صلی الله علیه وسلم (بعد سماع دعوهما) هولک یا عبد ابن زمعة ثم قال النبی صلی الله علیه وسلم الولد للفراش وللعاهر الحجر ثم قال لسودة بنت زمعة زوج النبی صلی الله علیه وسلم احتجبی منه لمارای من شبهه بعتبة فمارآها حتی لقی الله عزوجل مع انه کان اخو سودة ام المومنین۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عتبہ بن وقاص نے اپنے بھائی سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے عہد لیا تھا کہ زمعہ والدام المومنین سودا رضی اللہ عنہا کی لونڈی کے بیٹے میرے نطفہ سے ہیں (یعنی زمانہ جاہلیت میں میں نے اس سے زنا کیا تھا اور وہ حاملہ ہوگئی تھیں) ان کو تم لے لینا۔ جب مکہ معظمہ فتح ہوا اس لڑکے کو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بموجب وصیت اپنے بھائی عتبہ کے لے لیا اور کہا میرے بھائی نے اس امر کا مجھ سے عہد لیا تھا کہ یہ میرا بھتیجا ہے۔ حضرت عبداللہ بن زمعہ نے کہا میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی لونڈی سے میرے باپ

کی ملک میں پیدا ہوا ہے جب یہ مقدمہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد ابن زمعہ کو فرمایا یہ تمہارا بھائی ہے اور زنا کا دعویٰ کرنے والے کو پتھر۔ پھر حضرت اُم المومنین سودہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا جو حضرت زمعہ کی بیٹی تھیں اور حضور کی بیوی کہ یہ لڑکا اگر چہ بموجب قاعدہ شریعت تمہارا بھائی ہے مگر صورت شباہت اس کی عتبہ بن وقاص مدعی زنا سے ملتی ہے اس وجہ سے اجنبی ہے لہٰذا اس سے پردہ کرو۔ ازاں بعد اس لڑکے نے مرتے دم تک حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو نہ دیکھا۔ (اگر منہ ہاتھ دیکھنا جائز ہوتا کبھی تو حضرت سودہ کو پھر دیکھتے)۔

عن انس رضی اللہ عنہ قال لما تزوج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد فتح خیبر و خرج الی المدینۃ قال فرأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحوی لھا ورائہ بالعباء ۃ ثم یجلس عند بعیرہ فیضع رکبتہ فیضع صفیۃ رجلھا علی رکبتہ حتی ترکب۔ انتہیٰ ملخصاً۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بعد فتح خیبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا اور مدینہ طیبہ کو روانہ ہوئے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنی عباان پر ڈال کر ان کو چھپا لیتے پھر اونٹ کے پاس بیٹھ کر اپنا گھٹنا کھڑا کر لیتے پھر حضرت صفیہ اپنا پاؤں حضور کے گھٹنے پر رکھ کر اونٹ پر سوار ہو جاتیں پھر حضور سوار ہو جاتے۔

عن انس رضی اللہ عنہ قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقفلۃ من عسفان و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی راحلتہ وقد اردف صفیۃ بنت حیی فعثرت ناقتہ فصرعا جمیعا فاقتحم ابو طلحۃ فقال یارسول اللہ جعلنی اللہ فداک قال علیک بالمرأۃ فقلب ثوبا

علی وجھہ و اتاھا فالقاہ علیھا واصلح لھما مرکبھما فرکبا الخ۔

حضرت انس فرماتے ہیں مقام عسفان سے واپسی کے وقت ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیوی حضرت صفیہ کے ساتھ اونٹ پر سوار تھے۔ ناگاہ اونٹنی کا پاؤں پھسلا تو آپ اور ام المومنین صفیہ اونٹنی سے نیچے آ گئے۔ یہ دیکھتے ہی حضرت ابوطلحہ اپنی سواری سے کودے اور کہا۔ یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ آپ نے فرمایا صفیہ کو سنبھالو لہٰذا ابوطلحہ اپنے منہ پر کپڑا ڈال کر حضرت صفیہ کے پاس آئے پھر وہ کپڑا حضرت صفیہ پر ڈال دیا پردہ کرنے کے لیے۔ اور پھر اونٹ کے کٹھالے وغیرہ کو درست کیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صفیہ سوار ہو گئے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال بینما نحن عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذ قال بینا انا نائم رایتنی فی الجنۃ فاذا امرأۃ تتوضا الی جانب قصر فقلت لمن ھذا القصر قالوا العمر فذکرت غیرتہ فولیت مدبرا فبکی عمر فقال اعلیک اغار یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر تھے کہ آپ نے فرمایا میں سو رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک عورت جنت میں ایک محل کے قریب وضو کر رہی ہے۔ میں نے پوچھا یہ کس کا محل ہے کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا لہذا عمر کی غیرت یاد کر کے میں الٹا پھر آیا۔ یہ سن کر حضرت عمر روئے اور عرض کیا یارسول اللہ میں آپ پر بھی کیا غیرت کرتا۔

بخاری شریف کی جلد دوم میں ہے: فی تفسیر قل للمومنین یغضوا من ابصارھم و یحفظوا فروجھم قال قتادۃ عمن لاتحل لھم وقل

للمومنات يغضضن من ابصارهن و يحفظن فروجهن قال الزهرى فى النظر الى التى لم تحضن من النساء لا يصلح النظر الى شئى منهن لمن يشتهى النظر اليه و انكانت صغيرة و كره عطاء النظر الى الجوارى يبعن. بمكة الا ابن يريد ان يشترى۔

ترجمہ: کتاب التفسیر بخاری شریف میں ہے تحت تفسیر قل للمومنین یغضوا من ابصارهم الآية کو حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں معنی آیت کے یہ ہیں کہ نامحرموں سے آنکھیں بند رکھو۔ محمد بن شہاب زہری تابعی فرماتے ہیں یہ آیۃ محصنہ عورتوں پر نظر ڈالنے کی نسبت ہے کہ دل میں ان کے دیکھنے کی خواہش اگر پیدا ہو۔ اگر چہ وہ چھوٹی عمر کی ہوں۔ ان کے سر سے پاؤں تک کسی چیز کا بھی دیکھنا درست نہیں اور حضرت عطا تابعی فرماتے ہیں کہ جو لونڈیاں مکہ معظمہ میں بکتی ہیں بغیر ارادہ خرید لے ان پر بھی نظر ڈالنا جائز نہیں۔

حضرت قتادہ اور زہری رضی اللہ عنہم کے اقوال سے صاف ظاہر ہوگیا کہ بلا ضرور اگر دیکھنے کو جی چاہے۔ بازاری غیر محصنہ عورت اور لونڈیوں کا دیکھنا بھی قصداً جائز نہیں۔ اور یہ معلوم ہوگیا کہ شہوت کے معنی منہ دیکھنے کی بحث میں جہاں بھی لفظ شہوت آیا ہے اس سے مراد دل کی خواہش ہے نہ کہ تندی۔ اسی واسطے ہم نے اکثر جگہ شہوت کے معنی دلی خواہش کے کئے ہیں۔

اور حدیث افک بخاری شریف میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ یہ واقعہ بعد نزول آیت پردہ کے تھا۔ لہذا فرماتی میں لشکر کے پیچھے تنہا رہ گئی اور پاخانہ جانے آنے اور میرا ہار جو گر پڑا تھا اس کے ڈھونڈھنے میں مجھ کو دیر ہوگئی اور لشکر اس گمان میں کہ میں اپنے ہودج میں آ بیٹھی ہوں گی میرے اونٹ کی نکیل پکڑ کے حسب معمول روانہ ہوگیا۔ حضرت صفوان بن معطل جو لشکر سے پیچھے گری

پڑی چیز سنبھالنے کو رہتے تھے وہ قیامگاہ لشکر پر آئے اور انھوں نے چونکہ مجھ کو بچپن میں دیکھا تھا لیٹا دیکھ کر پہچان لیا۔ اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے لگے ان کی آواز سن کر میں جاگ پڑی اور میں نے اپنے منہ کو اپنی چادر سے ڈھانک لیا۔ اگر منہ کا بخوف فتنہ ڈھانکنا لازم نہ تھا تو کیوں ام المومنین نے منہ ڈھانکا اور اسی حدیث میں ہے۔ چونکہ ابھی پاخانے گھروں کے اندر نہیں بنے تھے ہم رات کو بوجہ حکم پردہ کے پاخانہ جایا کرتے تھے اور ام مسطح میرے ساتھ ہوتی تھیں تا کہ کوئی ہم کو نہ دیکھے۔ اب احادیث مسلم شریف ملاحظہ کیجئے۔

عن عائشة رضى الله عنها قالت كن يخرجن بالليل اذا تبرزن الى المناصع وهو صعيد افيح و كان عمر بن الخطاب يقول احجب نسائك فلم يكن رسول الله ﷺ يفعل فخرجت سودة زوج النبى ﷺ ليلة من الليالى عشاء و كانت امرأة طويلة فناداها عمر الاقد عرفناك يا سودة حرصا على ان ينزل الحجاب قالت عائشة فانزل الحجاب۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عورتیں رات کو جنگل کے میدان میں پاخانہ جایا کرتی تھیں اور حضرت عمر حضور کی خدمت میں عرض کرتے رہتے تھے کہ حضور امہات المومنین کو پردہ میں رہنے کی تاکید فرمادیں۔ مگر بلا حکم خدا حضور تاکید نہیں فرماتے تھے ایک رات حضور کی بیوی حضرت سودہ جو لمبا قد رکھتی تھیں جب رات کو پاخانہ کو نکلیں تو حضرت عمر نے ان کو آواز دی کہ میں نے تم کو پہچان لیا ہے۔ اس امر کی امید پر کہ حکم پردے کا آجائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس کے بعد پردہ کا حکم منجانب اللہ آ گیا کہ رات کو بھی گھر سے نہ نکلیں۔

عن ابى سعيد الخدرى رضى الله عنه قال كان فتى منا [illegible]

عهد بعر بن قال فخر جامع رسول الله صلى الله عليه وسلم الى الخندق فكان ذالك الفتى يستاذن رسول الله صلى الله عليه وسلم بانصاف النهار فيرجع الى اهله فاستاذنه يوما فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم خذ عليك سلاحك فاني اخشى عليك قريظة فاخذ الرجل سلاحه ثم رجع فاذا امراته بين البابين قائمة فاهوى اليها بالرمع ليطعنهابه و اصابته غيرة قالت له كف عليك رمحك و ادخل البيت حتى تنظر ما الذى اخرجنى فدخل فاذا بحية عظيمة منطوية على الفراش فاهوى اليها بالرمح مانتظمها به ثم خرج فركزه في الدار فاضطربت عليه فما ادرى ايهما كان اسرع موتا الحية ام الفتى۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک جوان کی جو ہم میں سے تھا نئی شادی ہوئی جب ہم سب جنگ خندق میں خندق کھودنے کو مدینہ طیبہ سے باہر نکلے۔ وہ جوان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر دوپہر کے وقت اپنے گھر آجایا کرتا تھا۔ ایک دن حضور سے اجازت لے کر جب اپنے عیال میں گھر جانے لگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے ہتھیار ساتھ لے جاؤ مجھ کو قبیلہ قریظہ سے ڈر ہے کہ راستہ میں تم پر حملہ کر بیٹھیں۔ وہ شخص اپنے ہتھیار برچھا وغیرہ لے کر گھر کی طرف روانہ ہوا ناگاہ دیکھتا کیا ہے کہ اس کی نئی دولہن دونوں کواڑوں کے درمیان دروازے پر کھڑی ہے۔ انھوں نے گھر سے باہر دروازے پر اپنی بیوی کو کھڑی دیکھ کر ارادہ کیا کہ اپنی بیوی کے برچھا ماردیں اور انہیں اس کی بے پردگی کی سخت غیرت آئی۔ دولہن نے ان کا یہ ارادہ دیکھ کر کہا کہ اپنا برچھا تو روکو اور ذرا گھر میں آکر دیکھو کہ میں کیوں باہر نکلی ہوں۔ جب وہ گھر میں داخل

ہوئے دیکھا کہ بڑا سانپ فرش پر لپٹا ہوا پڑا ہے۔ یہ دیکھ کر انھوں نے سانپ کو برچھی سے بیندلیا پھر باہر نکل کر اسے مکان کی دیوار سے کھینچ مارا اور سانپ ان کی طرف تڑپا پھر نہیں معلوم کہ سانپ پہلے مرایا ان جوان کا انتقال پہلے ہوا۔

اور تفسیر درمنشور میں ہے:

اخرج ابن ابی حاتم عن ام نائلة رضی الله عنها قالت جاء ابو برزة فلم تجدام ولده فى البيت وقالوا ذهبت الى المسجد فلما جاءت صاح بها فقال ان الله نهى النساء ان يخرجن و امرهن ان يقرن فى بيوتهن ولا يتبعن جنازة ولا ياتين مسجدا ولا يشهدن جمعة۔

ابن ابوحاتم ام نائلہ رضی اللہ عنہا سے اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا ام نائلہ رضی اللہ عنہا نے کہ حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ اپنے گھر تشریف لائے تو اپنی ام ولد کو گھر میں نہ پایا اور گھر والوں نے کہا کہ مسجد کی طرف گئی ہیں۔ جب وہ آئیں تو ان پر چیخے اور فرمایا کہ بے شک اللہ جلشانہ نے عورتوں کو گھر سے نکلنے سے منع فرمایا ہے اور انہیں حکم دیا ہے۔ کہ اپنے گھروں میں قرار پکڑیں۔ نہ جنازے کے ساتھ جائیں نہ مسجد میں اور نہ نماز جمعہ کو۔

واخرج الترمذی و البزار عنابن مسعود رضی الله عنه عن النبی صلى الله عليه وسلم قال ان المرأة عورة فاذا خرجت استشرفها الشيطان و اقرب ماتكون فى رحمة ربها و هى فى قعربيتها۔

اور ترمذی اور مسند بزار میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کا تو سارا ہی بدن واجب الستر ہے جب وہ نکلتی ہے اس کو شیطان اچک اچک کر دیکھتا ہے۔ اور عورت اللہ کی رحمت سے زیادہ تر نزدیک اپنے گھر ہی میں رہتی ہے۔

واخرج ابن ابی شیبة عن ابن مسعود رضی الله عنه قال احبسوا النساء فی البیوت فان النساء عورة وان المرأة اذا خرجت من بیتها استشر فها الشیطان وقال لها انک لاتمرین باحد الا اعجب بک.

و اخرج البزار عن انس رضی الله عنه قال جئن النساء الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقلن یارسول الله صلی الله علیک ذهب الرجال بالفضل و الجهاد فی سبیل الله فمالنا عمل ندرک فضل المجاهدین فی سبیل الله فقال من قعدت منکن فی بیتها فانها تدرک عمل المجاهدین فی سبیل الله۔

اور مصنف ابو بکر بن ابی شیبہ میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا انھوں نے گھروں میں روک کر رکھو عورتوں کو اس واسطے کہ عورت ساری واجب الستر ہے جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کو جھانکتا رہتا ہے اور اس سے کہتا ہے تجھ کو جو دیکھتا ہے پسند کرتا ہے۔

اور مسند بزار میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کچھ عورتوں نے خدمت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آکر عرض کیا کہ مرد تو بزرگی اور جہاد میں ہم سے آگے نکل گئے کوئی ہمارے لیے بھی ایسا عمل ہے کہ مجاہدین فی سبیل اللہ کا مرتبہ حاصل کرلیں تو فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو تم میں سے گھر میں بیٹھی رہے یعنی باہر نہ نکلے وہ مجاہدوں کا مرتبہ حاصل کرلیتی ہے۔

اور منتخب کنز العمال میں ہے صحیح ابن حبان اور مسند امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ سے۔

عن ام حمید امرأة ابی حمید الساعدی رضی الله عنها قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم قد علمت انک تحبین الصلوة معی

و صلوتک فی بیتک خیر من صلوتک فی حجرتک و صلوتک فی حجرتک خیر من صلوتک فی دارک و صلوتک فی دارک خیر من صلوتک فی مسجد قومک و صلوتک فی مسجد قومک خیر من صلوتک فی مسجدی۔

حضرت ام حمید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے ام حمید میں جانتا ہوں کہ تم کو میرے ساتھ میری مسجد میں نماز پڑھنے کی الفت ہے اور حال یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک تمہاری نماز تمہاری خوابگاہ میں بہتر ہے تمہاری نماز سے تمہاری کوٹھی میں یا دالان میں۔ اور کوٹھی میں بہتر ہے تمہاری نماز سے تمہارے احاطہ میں اور احاطہ میں بہتر ہے نماز سے تمہاری قوم کی مسجد میں اور تمہاری قوم کی مسجد میں بہتر ہے تمہاری نماز سے میری مسجد میں۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ اور حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابو حمید رضی اللہ عنہم سے اسی مضمون کی حدیثیں کنز العمال میں منقول ہیں جو بخوف طوالت وملالت طبع ناظرین بالتفصیل یہاں درج نہیں کی گئیں۔ اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر خوف فساق اور ڈر فتنہ وفساد اور زنا کا نہ ہو تو عورتوں کو برقع اور چادر میں منہ چھپا کر مسجد میں نماز کو اس طرح آنا جائز ہے کہ خوشبو لگا کر اچھے کپڑے پہن کر روشنی میں نہ آئے اور نہ گھر سے باہر نکلنا میلے ٹھیلے اور مزارات اولیاء اللہ پر مردوں میں مل جل کر جانا تو حرام ہی ہے مسجد میں نماز کو بھی آنا جائز نہیں اور نماز پڑھنے کے وقت منہ کھلے رہنے سے نماز میں کوئی حرج نہیں۔ اور اپنے گھر میں اگرچہ دیور جیٹھ نامحرموں کی آمد و رفت ہو اگر خوف فتنہ وفساد نہ ہو منہ ہاتھ کھلے رکھ کر کاروبار کرنا دینا لینا جائز ہے۔ مگر دیور جیٹھ کو منہ ہاتھ دیکھنا جائز نہیں۔ اور عورت کو ان کی نگاہ سے اپنے

آپ کو بچانا اتنا ضروری ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو موت کی برابر سمجھ لینا۔ اور جیسے موت سے ڈرتے ہیں ان سے ڈرنا۔ اور پھر بھی اگر ان کی نگاہ اچانک پڑ جائے تو معاف ہے خواہ منہ ہاتھ پر پڑے یا لباس ظاہری پر خواہ زیب و زینت ظاہری یعنی سرمہ انگوٹھی چھلے ہاتھ کی مہندی پر۔ قصداً بلا ضرورت جائز نہیں۔ اور منہ ہاتھ دیکھنا تو درکنار بوقت ضرورت شرمگاہ تک کا دیکھنا جائز ہے۔ جیسے بھوک سے مرجانے کے خوف کے وقت خنزیر اور مردار بھی بقدر جان بچانے کے کھانا درست ہے۔ فقط۔ ھذا ما عندی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

عورتوں کے بال کٹوانے کا مسئلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لولیہ والصلوۃ والسلام علی رسولہ ونبیہ والہ و صحبہ الذین اتبعوھم باحسان بامرہ و نھیہ اما بعد۔ واضح ہو کہ جب بعض گمراہوں سے یہ ندا ضلالت بلند ہوئی کہ عورتوں کو مثل مردوں کی کانوں کی لو تک بال رکھنا سنت ازواج مطہرات (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے) اور جواز میں تو کلام ہی نہیں اس واسطے کہ مسلم شریف میں یہ حدیث موجود ہے۔ عن ابی سلمۃ ابن عبد الرحمن رضی اللہ عنہ قال۔ دخلت علی عائشۃ رضی اللہ عنھا انا و اخوھا من الرضاعۃ فسالھا عن غسل النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الجنابۃ فدعت باناء قدر الصاع فاغتسلت و بیننا و بینھا ستر فافرغت علی راسھا ثلاثا قال و کان ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم یاخذن من رؤسھن حتی تکون کالو فرۃ۔ لہذا ضرور ہوا کہ قطع نظر اس امر کے کہ اس حدیث کا پہلا ہی راوی عبید اللہ بن معاذ متکلم فیہ ہے چنانچہ تہذیب التہذیب میں ہے۔ قال ابراھیم بن جنید عبید اللہ بن معاذ العبری لیس

من اھل الحدیث ولیس مشھور۔ اس لیے پہلے اس کے معنوں میں غور کیا جائے۔ اگرچہ یہ حدیث بمقابلہ دوسری احادیث صحاح کے جن میں عورتوں کو مردوں کی مشابہت سے ممانعت ہے شاذ ہے۔ اور وہ شاذ جس کے مقابل میں اس سے زیادہ حافظ اور ضابط راوی اس کے مخالف بیان کرتے ہوں اور یہ ان کی مخالفت میں تنہا ہو تو مردود ہوتی ہے۔ اور اس حدیث کے راوی کا بیان جو ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن ہیں اگر اس حدیث کے یہی معنی لیے جائیں جو بعض گمراہوں نے اخباروں میں لکھے ہیں کہ کانوں کی لو تک مثل مردوں کی ازواج مطہرات اپنے بالوں کو رکھتی تھیں ظاہر ہے کہ مخالف ان راویوں کے ہے جو ان سے زیادہ ضابط اور عادل اور ثقہ ہیں جو یہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''اللہ کی لعنت ہو ان عورتوں پر جو مردوں کے ساتھ مشابہت پیدا کریں۔'' اور عبید اللہ مذکور اس بیان میں متفرد ہی ہے اس واسطے کہ بخاری شریف اور مسند امام احمد رحمہ اللہ میں بعینہ یہی حدیث کسی معتبر سندوں سے حضرت ابو سلمہ سے بغیر اس زیادتی کے منقول ہے اور قابل خوض و فکر بات یہ ہے کہ اس حدیث میں دو لفظ مشترک المعنی ہیں۔ اول لفظ۔ اخذ کا جو یا خذن کا مادہ ہے اور دوئم لفظ وفرہ۔ چنانچہ صراح اور منتہی الارب میں ہے یقال اخذت الشئی گرفتم آنچیز را ویقال فلان اخذ بندی گیرندہ نعت ویقال اخذ الشارب برید موئے بروت را۔ اس کے علاوہ اخذ کے اور بھی معنی ہیں۔ مگر حدیث مذکور میں انہی تین معنوں میں سے ایک معنی بن سکتے ہیں بلکہ دو ہی معنی۔ ایک بالوں کا کاٹنا اور دوسرا بالوں کو کسی چیز سے باندھ لینا اور کسی تاگے سے قید کر لینا۔ اور دوسرا لفظ وفرہ بھی مشترک ہے چنانچہ علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں۔ وفرہ لمہ سے بہت زیادہ اور بھرے ہوئے سر کے بالوں کو کہتے ہیں۔ اور بقول اصمعی لمہ ان بالوں کو کہتے ہیں

جو دونوں کندھوں سے لگتے ہوئے ہوں اس صورت میں وفرہ وہ بال ہوئے جو کندھے سے نیچے تک ہوں۔ اور علاوہ اصمعی کے دوسروں نے کہا ہے کہ وفرہ ان بالوں کو کہتے ہیں جو لمہ سے کم ہوں یعنی کندھوں سے اونچے رہیں۔ اور منتہی الارب میں ہے۔ ''وفرہ بالفتح موئے مجتمع برسر یا موئے تا نرمہ گوش۔'' لہذا اگر معنی حدیث کے یہ کئے جائیں کہ ازواج مطہرات اپنے سر کے بالوں کو اتنا کاٹتی تھیں کہ مثل وفرہ کی کانوں کی لو تک رہ جاتے۔ اور دوسری حدیثوں سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر کانوں کی لو تک بال رکھتے تھے۔ اور زیادہ سے زیادہ کندھوں تک۔ لہذا مردوں کو کانوں کی لو تک سر کے بالوں کا رکھنا سنت ہوا اور زیادہ سے زیادہ کندھوں تک۔ اور اس سے زیادہ لمبے بال رکھنے سے مردوں کو حضور نے کراہت فرمائی اور منع نہ فرمایا۔ اس واسطے کہ عورتوں کے بال اگرچہ کندھے سے بہت زیادہ نیچے ہوتے ہیں ظاہر مگر مینڈی اور چوٹی کے ساتھ مزین اور گندھے ہوئے ہوتے ہیں نہ کہ کھلے ہوئے مگر تاہم چونکہ کندھوں سے زیادہ عورتوں کے بال ہوتے ہیں آپ نے مردوں کے واسطے کھلے ہوئے رکھنا بھی ناپسند فرمایا۔ اور منع اس واسطے نہیں فرمایا کہ کھلے ہوئے لمبے بال رکھنے میں پوری مشابہت عورتوں کے ساتھ نہ تھی۔ چنانچہ مشکوۃ شریف میں ہے۔

قال النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم نعم لارجل خریم الاسدی لو لاطول جمتہ واسبال ازارہ فبلغ ذالک خریما فاخذ شفرۃ فقطع بہا جمتہ الی اذنیہ و رفع ازارہ الی انصاف ساقیہ۔ رواہ ابوداؤد۔

ابوداؤد میں ہے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خریم اسدی اچھے آدمی ہیں اگر ان کے بال لمبے نہ ہوتے۔ اور تہبند جھکا ہوا۔ (یعنی ٹخنے سے نیچا) یہ خبر جب حضرت خریم کو پہنچی۔ تو حضرت خریم نے اپنے بالوں کو چھری سے کاٹ کر کانوں

تک کر لیا اور تہبند آدھی پنڈلی تک اونچا۔

جب یہاں تک مردوں کو عورتوں کی مشابہت سے اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت سے منع فرمایا تو ازواج مطہرات کے ساتھ عالم تو کہاں کوئی جاہل مسلمان بھی ایسا خیال نہیں کر سکتا کہ وہ مردوں کی طرح کانوں کی لو تک بال رکھا کرتی تھیں۔ اور مردوں کے ساتھ مشابہت پیدا کر کے (نعوذ باللہ منہا) مستحق لعنت بنتی تھیں۔ اس واسطے کہ حدیث صحیح میں آیا ہے جو بہت سے طریقوں سے کتب صحاح خصوصاً بخاری شریف میں منقول ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال رواہ البخاری عن ابن عباس۔

ترجمہ:۔ بخاری شریف میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علی وسلم نے لعنت ہو اللہ کی ان مردوں پر جو عورتوں کے ساتھ مشابہت پیدا کریں۔ ''مثلاً داڑھی مونچھ منڈا کر عورتوں کی شکل بنا دیں'' اور اللہ کی لعنت ہو ان عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت حاصل کریں۔

مثلاً (''مردوں کی طرح بال کٹوا کر کانوں کی لو تک بال رکھیں اور مردوں کی شکل بنا کر یہاں تک کہ ٹوپی پہن کر مستحق لعنت خداوند کریم بنیں۔'')

لامحالہ اگر اخذ کے معنی کاٹنے ہی کے لیے جائیں تو لفظ وفرہ کے معنی [illegible] جائیں گے جو امام نووی رحمہ اللہ نے اول بیان کئے ہیں کہ وفرہ [illegible] کندھے تک کے بالوں سے بہت زیادہ نیچے ہوتے ہیں تاکہ مردوں سے مشابہت نہ ہو۔ اور نسبت ارتکاب ایسے فعل کی جو موجب [illegible] ازواج مطہرات کی طرف لازم نہ آئے۔ مگر اس صورت میں [illegible]

کاٹنے کی نسبت ازواج مطہرات کی طرف کرنا بے سود معلوم ہوتا ہے اس واسطے کہ احرام سے حلال ہونے کے وقت بھی عورتوں کو بالوں کا کٹوانا اگرچہ واجب ہے اور منڈوانے کی قطعاً ممانعت۔ مگر وہ بھی انگل دوانگل سے زیادہ کٹوانا منع ہے۔ چنانچہ بحرالرائق میں ہے۔

والمراد بالتقصیران یاخذ الرجل اوالمرأة من شعور ربع الرأس.

اور ہدایہ میں ہے۔

والتقصیران یاخذ من روس شعره مقدار الانملة.

اور عنایہ میں ہے۔

قوله مقدار الانملة قيل هذا التقدير مروى عن ابن عمر رضي الله عنهما ولم يعلم فيه خلاف

یعنی شرعاً تقصیر اس کو کہتے ہیں کہ بالوں کے سرے سے ایک دوانگل بال کاٹ دیئے جائیں صاحب عنایہ فرماتے ہیں۔ تقصیر کے یہ معنی کہ ایک دوانگل بال کاٹے جائیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ اور اس میں آج تک کسی کا اختلاف معلوم نہیں ہوا۔ مگر حج میں تو قصر رکن حج قرار دیا گیا۔ علاوہ حج کے ازواج مطہرات کو اتنا قصر کرانے سے کیا فائدہ تھا کہ عبث فعل کا ارتکاب کرتیں اس لیے کہ ازواج مطہرات عبث فعل سے مبرا اور پاک ہیں۔ حدیث صحیح میں ہے۔

من حسن اسلام المرأ ترک مالا یعنیه.

یعنی ہر شخص کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ بے فائدہ باتیں چھوڑ دے۔ اور ایماندار مسلمانوں کے نزدیک تو بلاشبہ ازواج مطہرات کے اسلام سے بہتر اسلام

کسی کا نہیں ہوسکتا۔ لامحالہ اس حدیث کی تاویل یہی ہوسکتی ہے کہ اخذ کے معنی بند گرفتن کے لیے جائیں اور وفرہ کے معنی موئے مجتمع کے۔ اور حدیث کے یہ معنی کئے جائیں کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور کی جدائی کے غم میں جو دلیل کمال ایمان کی ہے ازواج مطہرات نے کنگھی چوٹی مینڈھی گوندھنے کے ساتھ زیب وزینت چھوڑ دی تھی۔ اور بالوں کو یونہی باندھ لیا کرتی تھیں۔ جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ سر پر بال مجتمع ہو رہے ہیں۔ جن کے غسل میں نہ کھولنے کی ضرورت اور نہ انگلیوں سے جڑوں تک پانی پہنچانے کی حاجت۔ اسی شبہ کے رفع کرنے کو حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے یہ مضمون حاجت سے زیادہ بیان کیا کہ کوئی یہ نہ پوچھ بیٹھے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بغیر مینڈھی چوٹی کھولنے کے یونہی غسل کر کے کیسے دکھا دیا۔ جب بالوں کی جڑوں میں پانی نہ پہنچے اس وقت تک غسل جنابت سے پاکی کب حاصل ہوسکتی ہے لہذا اس شک کو رفع کر دیا اور فرما دیا کہ ازواج مطہرات نے مینڈھی چوٹی کا باندھنا اور زینت حاصل کرنا بعد رحلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چھوڑ دیا تھا اس واسطے کہ آپ کے سامنے ازواج مطہرات کا مینڈھی چوٹی گوندکر زیب وزینت کے ساتھ مثل اور عورتوں کے احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ نووی میں ہے کہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ بات مشہور طشت ازبام افتادہ ہے۔ جس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ عرب کی عورتیں مینڈھی اور چوٹی کے ساتھ زیب وزینت حاصل کیا کرتی تھیں۔ یونہی بالوں کو اکٹھا کر کے باندھ لینے کا طریقہ نہ تھا۔ مگر ازواج مطہرات نے بعد رحلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور کے غم میں یہ طریق اختیار کیا تھا تاکہ زینت بھی نہ ہو اور مینڈھی چوٹی باندھنے کی محنت بھی کم ہو جائے۔ اس واسطے کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ زیب وزینت سے مستغنی ہو چکی تھیں۔

اور یہ جو قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعد وفات ایسا کیا تھا یہ قول دوسرے محدثوں کا بھی ہے۔ اس واسطے کہ ازواج مطہرات کے ساتھ یہ گمان نہیں ہوسکتا کہ حضور ﷺ کے سامنے ترک زینت کردیں۔ یہ تحقیق تو ان آزاد خیالوں کے متعلق کی گئی ہے۔ جو اپنے آپ کو حنفی مشہور کر کے مسلمانوں کو غیر مقلدوں سے زیادہ بگاڑنے اور آزاد خیال بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ورنہ مقلدین کو خصوصاً ہم حنفیوں کو احکامات فقہ کافی ہیں۔ درمختار میں ہے۔

وفیہ قطعت شعر رأسها اثمت و لعنت زاد فی البزازیة و ان باذن الزوج لانه لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق ولذا یحرم علی الرجل قطع لحیته والمعنی الموثر التشبه بالرجال. قال الشامی رحمه الله قوله والمعنی الموثر ای العلة الموثرة فی اثمها التشبه بالرجال فانه لا یجوز کالتشبه بالنساء حتی قال فی المجتبی رامزاً یکره غزل الرجل علی هیئة غزل النساء۔

اور اسی (مجتبی) میں ہے کاٹے عورت نے بال سر اپنے کے تو وہ گنہگار بھی ہوئی اور ملعون بھی۔ بزازیہ میں اتنا زیادہ ہے کہ اگر خاوند کی اجازت سے بھی کاٹے تو ملعون ہوگی اس واسطے کہ اللہ کی نافرمانی میں کسی کی تابعداری جائز نہیں۔ اور اسی واسطے حرام ہے مردوں پر ڈاڑھی کا کٹوانا۔ اور علت گنہگار اور ملعون ہونے عورت کی مردوں کے ساتھ مشابہت پیدا کرنا ہے۔ علامہ شامی اس کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ جیسے عورتوں کو مردوں کی مشابہت حرام ہے ایسے ہی مردوں کو عورتوں کی مشابہت حرام ہے۔ یہاں تک کہ مجتبی تو فرماتے ہیں کہ عورتوں کی طرح مردوں کو کاتنا بھی مکروہ تحریمہ ہے

اور کتاب النکاح اشباہ والنظائر میں ہے۔

لا یجوز للمرأة قطع شعرها ولو باذن الزوج ولا یحل وصل شعر غیرها بشعرها قال الحموی رحمه الله فی شرحه قوله لا یجوز للمرأة قطع شعرها قال فی البزازیة و علیها الاستغفار. وقوله ولا یحل وصل شعر غیرها بشعرها ای یکره تحریما. قال فی البزازیه ولو بالو بر لا یکره۔

ترجمہ: جائز نہیں ہے عورت کو اپنے سر کے بالوں کا کٹوانا۔ اگر خاوند کی اجازت سے کٹوائے۔ ایسے ہی حلال نہیں ہے عورت کو دوسری عورت یا مرد کے بالوں کو اپنے بالوں سے ملانا۔ حموی فرماتے ہیں اگر سر کے بال (کسی گمراہ کے بہکانے سے کٹوا بھی لیے) تو فتاوٰی بزازیہ میں اتنا زیادہ ہے کہ اس پر لازم ہے توبہ اور استغفار کرے۔ اور اسی بزازیہ میں ہے کہ اگر جانوروں کے بالوں کی چوٹی بنا کر بالوں سے ملا لے تو جائز ہے۔

اور فتاوٰی عالمگیریہ اور اسی اشباہ والنظائر کی کتاب النکاح میں دوسری جگہ ہے۔

و تمنع عن حلق راسها قال الحموی فی رشحه للاشباه ان المراد تحلق شعر راسها الا لزالة سواء کان بحلق او قص او نتف او نورة فلیحرر والمراد بعدم الجواز کراهة التحریم کما فی مفتاح السعادة۔

ترجمہ: عورت کو سر منڈانا ہی منع ہے علامہ حموی اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔ مراد منڈوانے سے یہ ہے۔ بالوں کا سر سے دور کرنا خواہ منڈا کر خواہ کٹوا کر خواہ اکھڑوا کر خواہ نورہ سے سب برابر ہے اور مراد عدم جواز سے کراہت تحریمہ ہے۔

اس کی تصریح کتاب مفتاح السعادۃ میں ہے۔

نمبر شمار	ضروری یادداشت	صفحہ

نمبر شمار	ضروری یادداشت	صفحہ

منکرین حدیث کا علمی محاسبہ

مرتبہ : محمد نعیم اللہ خان قادری
بی ایس سی۔ بی ایڈ
ایم اے اردو۔ پنجابی۔ تاریخ

ناشر: فیضان مدینہ پبلیکیشنز جامع مسجد عمر روڈ کاموں کے